حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی ترمیم کے مطابق،

مُعَنْوَن، مُحشّٰی اور تسہیل شدہ نسخہ

سجدۂ تعظیمی، غیر کعبۃُ اللہ کے طواف اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
پر اطلاقِ "عالم الغیب" کے بارے میں مُفصّل اور مُدلّل بیان

بَسطُ البَنان بِکَفِّ اللِّسان عَن کَاتِبِ حِفظِ الایمان — **مَعَہٗ** — **تغییرُ العنوان** فی بعض عباراتِ حِفظِ الایمان

مُصنّفہ

حکیمُ الاُمّۃ مُجدِّدُ المِلّۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

ترتیب وتقدیم

فخرِ اہلسنت حضرت مولانا قاری عبد الرشید رحمۃ اللہ

سابق استاد حدیث وتفسیر جامعہ مدنیہ لاہور۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی ترمیم کے مطابق،
مُعنوَن، مُحشّٰی اور تسہیل شدہ نسخہ

سجدۂ تعظیمی، غیر کعبۃُ اللہ کے طواف اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
پر اطلاقِ "عالم الغیب" کے بارے میں مُفصّل اور مُدلّل بیان

حکیمُ الاُمّۃ مُجدّدُ المِلّۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قُدّس سرّہٗ

ترتیب وتقدیم

فخرِ اہلِ سُنّت حضرت مولانا قاری عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ
اُستاذِ حدیث وتفسیر جامعہ مدنیہ لاہور

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

لاہور

سلسلہ مطبوعات : ۱۱

نام کتاب : ۱ : حفظ الایمان عن الزیغ والطغیان ، معہ
۲ : بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان ، و
۳ : تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان ،

مصنف :- حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

کل صفحات :- ۱۲۸

طبع :- اول (عنوانات ؛ مقدمہ اور سوانح مصنف کے ساتھ)

تاریخ طباعت : شوال المکرم ۱۴۰۰ھ ، ستمبر ۱۹۸۰ء

پریس :- شرکت پریس لاہور

ناشر :- انجمن ارشاد المسلمین لاہور پاکستان

تعداد :- دو ہزار

قیمت :- اعلیٰ ایڈیشن مجلد ۱۵/۰ : ادنیٰ ایڈیشن مجلد ۹/۰

کتابت :- سیف اللہ خالد خوشنویس ساہیوال

ملنے کے پتے

۱ : سبحانی اکیڈمی ، ۱۹ ، اردو بازار ، لاہور
۲ : مدرسہ عربیہ حفظ القرآن ، سرکلر روڈ کہروڑپکا ، ضلع ملتان
۳ : امام اعظم ابو حنیفہ اکیڈمی ، فقیر والی ، ضلع بہاولنگر
۴ : مکتبہ رشیدیہ ، غلہ منڈی ، ساہیوال
۵ : کتب خانہ مجیدیہ ، بیرون بوہڑ گیٹ ، ملتان

فہرست مضامین

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ
کی حیاتِ مبارکہ پر ایک نظر

حفظ الایمان عن الزیغ والطغیان

جواب سوال دوم

کلمۃ الناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا و مصلیا و مسلما وبعد

محترم قارئین! ہم نے مجموعہ رسائل چاندپوری (جلد اول) کی اشاعت کے موقع پر "حفظ الایمان" کا صحیح و مستند ایڈیشن شائع کرنے کا وعدہ کیا تھا، سو کتاب حاضر ہے۔ یہ کتاب مجدد الملت، حکیم الامت حامی توحید و سنت، ماحی شرک و بدعت، غزالی زماں، رازی دوراں، فقیہ العصر، فرید الدھر، قدوۃ العلماء الراسخین، العلام الھمام الفہام حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کی نادر روزگار تصنیف ہے۔ حضرت موصوف رح کی علمی، دینی، عملی خدمات محتاج بیان نہیں ہیں، نہ ہی آپ کی شخصیت محتاج تعارف ہے۔ آپ نے سالکین کی تعلیم و تربیت، تذکیر و مواعظ اور منصب افتاء کی انتہائی شدید مصروفیات کے باوصف زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق مسائل پر تیرہ سو سے متجاوز کتابیں تصنیف فرما کر اس صدی میں دین حنیف کی وہ خدمت کی ہے جو کسی اور کے حصے نہ آسکی۔

انگریز مسلمانوں کے خلاف پادریوں اور اس کے بعد مرزائے قادیان کی نبوت کاذبہ کے حربوں میں ناکام ہو کر "بانس بریلی" کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں کے بڑے حضرت کو انگریزوں سے جہاد کرنے والے تمام مجاہدین بالخصوص علمائے دیوبند پر کفر و ارتداد کے فتوے دینے، ان کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے کھڑا کر دیا۔ چونکہ حضرت حکیم الامت بھی ملت اسلامیہ کے عظیم رہبر اور اپنی صدی کے مجدد اور معاصرین میں منفرد عالمانہ جلالت شان کے مالک تھے، اس لئے ان کی طرف "بڑے حضرت" نے خصوصی توجہ فرمائی۔

بڑے حضرت کے فتووں میں اسلامی اصولِ تکفیر اور دین کی حمیت کس حد تک کار فرما تھی، اور خفیہ سازشوں، انگریز سے ساز باز، ملتِ اسلامیہ کو اپنے عظیم رہنماؤں سے دور کرنے کے ناپاک ارادے، امت میں افتراق، اور علمائے ربانیین سے لوگوں کو متنفر کرنے کی گھٹیا ذہنیت کا کتنا دخل تھا؟ اس کے بارے میں انجمن ارشاد المسلمین کے ناظم اعلیٰ جناب انوار احمد صاحب کا مدلل اور انتہائی وقیع مقدمہ بھی اس ایڈیشن کی زینت ہے۔ جس میں انہوں نے بریلی کے فتنہ پرداز کافرگروں کی گھٹیا ذہنیت، بازاری گفتگو، فحش انداز بیان، لچر اور پوچ استدلال، جاہلانہ ہٹ دھرمی، اسلام دشمن انداز فکر، کافروں سے وفاداری، مسلمانوں سے غداری اور دیگر کئی گوشوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ مجھے اس ایڈیشن کی چند خصوصیات کے بارے میں کچھ کہنا ہے۔

موجودہ ایڈیشن کی خصوصیات

۱:- یہ ایڈیشن اس لحاظ سے پاک و ہند کے سابقہ تمام ایڈیشنز میں ممتاز ہے کہ یہ حضرت تھانوی رح کی طرف سے ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ چھاپا گیا ہے۔ جیسا کہ خود حضرت مصنف رح نے عبارت متنازعہ فیہا کی جگہ ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ "اشرف المطابع تھانہ بھون" سے چھپوایا تھا۔

افسوس کہ دیگر مطابع ابھی تک وہی پرانی اور سابقہ متنازعہ فیہ عبارت شائع کرتے آرہے ہیں۔ مصنف کی ترمیم کے بعد سابقہ عبارت کی اشاعت کی مصلحت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ ہم جملہ اہل مطابع سے توقع رکھتے ہیں کہ اگر لاعلمی سے یہ ہوا ہے تو وہ آئندہ ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ کتاب مذکور شائع فرمائیں گے۔ ہم نے اس کتاب کے حقوق طبع بھی محفوظ نہیں کئے بلکہ ہم ہر ناشر کا خیر مقدم کریں گے اگر وہ زیرِ نظر ایڈیشن مع مقدمہ وسوانح مصنف شائع کرنا چاہے گا۔

۲: کتاب میں عنوانات قائم کر دیئے گئے ہیں تاکہ قاری کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

۳: بعض مواقع پر وضاحت وتسہیل کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم کی تشریح کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ جس سے حضرت مصنف رح کی اصل مراد خوب واضح ہو گئی ہے۔

۴: اصل کتاب میں جو عربی عبارات کا ترجمہ نہیں تھا ان کا ترجمہ بین القوسین کر دیا گیا ہے۔ نیز بعض

جگہ تسہیل کے لئے بین القوسین تشریحی الفاظ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

۵ : سابقہ ایڈیشنز میں طباعت کی جو اغلاط تھیں حتی الوسع ان کی تصیح کر دی گئی ہے۔

۶ : حفظ الایمان کی متنازعہ فیہ عبارت کے متعلق نزاع وجدال کو ختم کرنے کے لئے علمائے دیوبند کی ہر ممکن سعی و کاوش اور احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت کے اس سے گریز و فرار کی مکمل داستان بطور مقدمہ شامل اشاعت ہے۔

۷ : حضرت مصنف رح کے تعارف کی خاطر حضرت ممدوح کی سوانح حیات بھی شامل اشاعت ہے۔

فیصلہ کن تجویز

چونکہ پیش نظر ایڈیشن کی صورت میں اس کتاب کی اشاعت کا باعث بریلوی مولویوں کا غوغا ہے جو انہوں نے ملک بھر میں مچا رکھا ہے۔ اور ہم خلوص دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تکفیر امت کا یہ سلسلہ ختم ہو۔ لہذا اس سلسلہ میں جناب انوار احمد صاحب نے جو فیصلہ کن تجویز پیش کی ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ بریلوی مذہب کے صنادید و اساطین اس پر لبیک کہیں گے۔

عامۃ المسلمین سے اپیل

اگر ہماری یہ تجویز صدا بصحرا ثابت ہوئی اور بریلوی امت کے ناخداؤں نے کوئی مثبت جواب نہ دیا اور اس جھگڑے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کو تیار نہ ہوئے تو ہم عامۃ المسلمین سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ایسے دین فروش، ملت دشمن، افترا پرداز، فتنہ پرور، فسادی اور امت میں تفریق ڈالنے والے نام نہاد مولویوں کا بھرپور محاسبہ کریں گے۔

ارشد حسن ثاقب

نائب ناظم نشر و اشاعت

انجمن ارشاد المسلمین لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرتب کتاب کا مختصر تعارف

پیش نظر کتاب "حفظ الایمان" کے مرتب حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحبؒ کی مختصر سوانح درج ذیل ہے تاکہ آپ کے علمی مقام کا بھی کچھ اندازہ ہو سکے۔

ولادت:

حضرت قاری صاحب مرحوم کی ولادت ۲۲ صفر المظفر ۱۳۶۹ھ/ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۹ء بروز جمعرات ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک علمی ودینی گھرانے میں ہوئی، آپ کے والد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب مدظلہ العالی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد و فاضل دیوبند ہیں۔ علوم جدیدہ وقدیمہ میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔

تعلیم وتربیت:

قاری صاحب مرحوم کی تعلیم وتربیت از اول تا آخر آپ کے والد محترم دام ظلہ کے زیر سایہ ہوئی، اوکاڑہ میں قرآن پاک حفظ کیا، حفظ قرآن سے فراغت کے بعد والد ماجد کے ہمراہ لاہور چلے آئے۔ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں جامعہ مدنیہ لاہور میں جو اس وقت بڑے بڑے اساطین علم وفضل کا مرکز تھا آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا، معقولات ومنقولات کی اکثر کتب والد ماجد صاحب سے پڑھیں، دس سالہ تعلیمی دور گزار کر ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء میں دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔ درس نظامی کے علاوہ آپ نے ۱۹۷۱ء میں فاضل عربی اور ۱۹۷۲ء میں میٹرک کی از خود تیاری کر کے امتحان دیا اور سندات حاصل کیں۔

بیعت وسلوک خلافت واجازت:

آپ زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ (متوفی ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء) خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہو گئے

تھے، حضرت مولانا نے ۱۹۷۳ء میں وفات سے چند روز پیشتر حضرت قاری صاحب مرحوم کو انتہائی محبت کے ساتھ گلے لگا کر خلافت عطا فرمائی اور بیعت کی اجازت دی۔

تدریس:

۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں آپ نے اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب "شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور کے حکم پر جامعہ مدنیہ ہی میں تدریس کا آغاز فرمایا اور ابتدائی درجات سے لے کر انتہائی درجے تک کی تقریباً تمام کتابیں بڑی کامیابی کے ساتھ پڑھائیں۔ آپ نے مسلسل بیس برس تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس دور میں آپ سے ہزاروں تشنگان علوم نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیض پایا۔

احقاق حق وابطال باطل:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلک حق کی صحیح ترجمانی واشاعت اور باطل کی تردید وبیخ کنی کے لیے منتخب فرمایا تھا چنانچہ آپ نے انتہائی قلیل عرصہ حیات میں اس سلسلہ میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جنہیں دیکھ کر عقل محو حیرت رہ جاتی ہے، اس پُرخار وادی میں آپ کو ہر قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ دور دراز کے سفر بھی کیے، ساری ساری رات جاگ کر لوگوں کی ذہن سازی بھی کی، ہفتہ وار، ماہوار درس بھی دیئے۔ بہت دفعہ تحریری، و تقریری مناظرے بھی کئے، تھانہ کچہری تک نوبت بھی پہنچی، اپنے پرایوں کی باتیں بھی سننی پڑیں تاہم آپ مردانہ وار حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے رہے اور بزبان حال کہتے رہے۔

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

انجمن ارشاد المسلمین وجمعیت اہل سنت کا قیام:

اکابر علماء اہل سنت (علماء دیوبند) کے مسلک وموقف سے (جو قرآن وسنت پر مبنی

اور افراط وتفریط سے پاک انتہائی معتدل مسلک ہے) آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ اور باطل و اہل باطل سے شدید نفرت تھی- آپ چاہتے تھے کہ قوم فرق باطلہ سے ہٹ کر صحیح معنی میں دین حق کی پرستار اور بدعات سے بچ کر نور سنت سے منور ہو، اس کے لیے آپ نے ۱۹۷۷ء میں نوجوانوں پر مشتمل ایک تنظیم انجمن ارشاد المسلمین قائم کی، اس تنظیم سے علمی اور عملی طور پر بہت فائدہ ہوا- بہت سے نوجوانوں کو راہ ہدایت نصیب ہوئی اور بہت سی نادر و نایاب کتب طبع ہو کر عوام تک پہنچیں پھر ۱۹۸۴ء میں آئمہ مساجد اور علماء اہل سنت کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے دین حق کی اشاعت اور باطل کی سرکوبی کے لیے ایک تنظیم "جمعیت اہل سنت" کے نام سے قائم کی اس تنظیم سے آپ نے علمی طور پر علماء وائمہ کرام کو مسلح کیا اور بہت سی اہم کتابیں طبع کر کے ان تک پہنچائیں-

تصنیف وتالیف:

قاری صاحب مرحوم کو لکھنے لکھانے کا شوق زمانہ طالب علمی ہی سے تھا- طالب علمی کے دور ہی میں آپ نے بہت سے مضامین لکھے جو جامعہ مدنیہ لاہور کے ماہنامہ "انوار مدینہ" میں شائع ہوئے بعد کو یہ ذوق بڑھتا گیا اور انتہائی مصروفیات کے باوجود آپ بلند پایہ مضامین لکھتے رہے جو دیال سنگھ لائبریری لاہور کے مرکز تحقیق سے شائع ہونے والے سہ ماہی مجلّہ "منہاج" میں چھپتے رہے اہل بدعت کے خلاف جو کتب آپ نے شائع کی تھیں ان میں سے بعض کتب پر انتہائی وقیع مقدمات بھی تحریر فرمائے جن میں سے "الشہاب الثاقب"، "رسائل چاندی پوری" جلد اول اور "حفظ الایمان" کے مقدمات خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ درج ذیل کتب آپ کی یادگار ہیں:

(۱) تحریک پاکستان اور بریلویوں کا کردار
(۲) آئینہ بریلویت
(۳) فاضل بریلوی کا حافظہ
(۴) مروجہ محفل میلاد

(۵) ایک مناظرہ جو ہو نہ سکا (مرتبہ انور محمود صدیقی)
(۶) حضرت شیخ الہند" اور فاضل بریلوی کے تراجم کا تقابلی جائزہ

موخر الذکر کتاب حضرت قاری صاحب" مرحوم کی تصانیف میں ایک امتیازی مقام رکھتی ہے اس سے حضرت قاری صاحب کا علمی مقام آپ کی ذکاوت و ذہانت، جودت طبع اور نقادی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اس میں آپ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن (م ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) اور اہل بدعت کے مجدد احمد رضا خان بریلوی کے تراجم کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ جائزہ سورۂ فاتحہ مکمل اور سورۂ بقرہ کی ۳۷ آیات پر محیط ہے۔ اس جائزہ میں آپ نے واضح کیا ہے کہ حضرت شیخ الہند" نے اپنے ترجمہ میں جہاں نظم قرآنی کی ترتیب و ترکیب کو ملحوظ رکھا ہے وہیں اس کی فصاحت و بلاغت کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ نیز آپ نے اپنی ترجمانی کے بجائے اسلاف کی تفسیر و تعبیر کا خاص خیال رکھا ہے اور اپنے عقائد کی اشاعت کے بجائے سلف صالحین کے عقائد پر اعتماد فرمایا ہے جبکہ احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ میں بیسیوں قسم کے سقم پائے جاتے ہیں:

(۱) اس میں نہ قرآنی ترتیب و ترکیب باقی رہتی ہے (۲) نہ اس کی فصاحت و بلاغت (۳) نہ اس میں اسلاف کی تفسیر و تعبیر کا خیال رکھا گیا ہے۔ (۴) نہ سلف صالحین کے عقائد پر اعتماد وغیرہ وغیرہ

یاد رہے کہ حضرت قاری صاحب مرحوم اپنی بعض تصانیف "انوار احمد" کے قلمی نام سے بھی لکھتے تھے اور وہ ان کی زندگی میں اسی نام سے چھپتی تھیں۔

وفات حسرت آیات:

۱۸ شوال المکرم ۱۴۱۳ھ/۲۲ اپریل ۱۹۹۲ء بروز بدھ بعد از نماز ظہر مسجد میں بالکل اچانک آپ کی وفات ہوئی اور جمعرات کی صبح قبرستان میانی صاحب میں حضرت طاہر بندگی" کے جوار اور حضرت مولانا سید حامد میاں" کی پائنتی آپ کی تدفین ہوئی۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعہ

مُقدّمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

تقریباً دو سال قبل " مجموعہ رسائل چاند پوری جلد اول " کے " بتدمہ " کے ایک حاشیہ میں ہم نے یہ اعلان کیا تھا کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی مشہور زمانہ کتاب " حفظ الایمان " کو حضرت تھانوی مرحوم کی ترمیم کے مطابق " انجمن ارشاد المسلمین " کی طرف سے شائع کیا جائے گا۔

اب جب کہ اس کی طباعت کے اسباب فراہم ہوئے تو خیال پیدا ہوا کہ اس میں عنوانات بھی قائم کر دیئے جائیں تاکہ کم تعلیم یافتہ حضرات کو اس کے سمجھنے میں کسی قسم کی دقت اور دشواری نہ ہو۔

نیز یہ بھی خیال ہوا کہ " حفظ الایمان " میں تیسرے سوال کے جواب میں آنے والی جس عبارت پر ہمارے مہربانوں کا اعتراض ہے اس کو حضرت حکیم الامت مجدد الملت " کی ترمیم کے مطابق درج کرنے کے علاوہ اگر اس پورے جواب کی اس انداز میں تسہیل کر دی جائے کہ کم پڑھے لکھے لوگ بھی تیسرے سوال و جواب کے پس منظر اور اس جواب میں ذکر کی جانے والی دونوں دلیلوں کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر سکیں تو یہ انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ مفید اور نافع ثابت ہوگا۔

اسلئے ہم نے سوال سوم کا جواب ذکر کرنے سے پہلے حضرت حکیم الامت مجدد الملت کے تحریر کردہ جواب کا پس منظر بقلم حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ العالی " فیصلہ کن مناظرہ " سے نقل کر دیا ہے۔ بعد ازاں

حضرت تھانوی مرحوم کا جواب ہدیہ ناظرین کیا ہے۔ اس جواب میں چونکہ حضرت تھانوی مرحوم نے اپنے دعوے پر دو دلیلیں ذکر فرمائی ہیں، اس لئے ہم نے ان دونوں دلیلوں کی تسہیل و تشریح کی خاطر ہر دلیل کے بعد آسان زبان میں اس کا خلاصہ بقلم حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم "فیصلہ کن مناظرہ"[۲] سے نقل کردیا ہے۔

احمد رضا خان صاحب (م ۱۳۴۰ھ : ۱۹۲۱ء) نے "حفظ الایمان" کی ایک عبارت[۱] کو غلط معنی پہنا کر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ پر یہ الزام لگایا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو عام انسانوں بلکہ حیوانوں کے مساوی قرار دیتے ہیں (العیاذ باللہ) ــــ احمد رضا خان صاحب نے حضرت حکیم الامت پر یہ الزام اور بہتان باندھ کر ممدوح پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور ساتھ ہی ان لوگوں پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا جو حضرت تھانوی کے کفر میں شک یا توقف کریں۔

حضرت تھانوی کیساتھ مناظرہ سے احمد رضا خانصاحب کا فرار

احمد رضا خان صاحب کے عائد کردہ اس قسم کے سنگین الزامات کے بعد اکابر علماء دیوبند کے خدام نے جوابات دینے شروع کئے اور ان بیہودہ الزاموں اور بہتانوں سے اپنی اور اپنے اکابر کی صفائی اور برأت بیان کرنی شروع کی تو احمد رضا خان صاحب نے مناظرہ کا چیلنج دینا شروع کر دیا اور جب علمائے دیوبند نے مناظرہ کا چیلنج قبول کیا تو احمد رضا خان صاحب نے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے ہاتھ پیر مارنا شروع کئے اور سوچ بچار کے بعد یہ شرط عائد کر دی کہ مجھ سے مناظرہ کے لئے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو لاؤ، ان کے علاوہ کسی اور دیوبندی عالم سے ہم مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہیں۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے "اسکات المعتدی")

---

[۱] وہ عبارت رسالہ "تغییر العنوان" میں مذکور ہے۔ [۲] رسالہ "اسکات المعتدی" انجمن ارشاد المسلمین کے شائع کردہ مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اول" میں شائع ہوچکا ہے۔

درحقیقت احمد رضا خان صاحب کا مقصد اس شرط کے عائد کرنے سے یہ تھا کہ حضرت تھانوی ؒ چونکہ صوفی منش، خلوت پسند، گوشہ نشین اور آج کل کے مناظروں سے متنفر ہیں اس لئے وہ مجھ سے مناظرہ کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے اور اس طرح میری جان مناظرہ سے بچ جائے گی " نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی " اور میرے مکروفریب اور دجل وتلبیس پر بھی پردہ پڑا رہے گا اور ساتھ ہی اس شرط کے ساتھ مشروط مناظرہ کا چیلنج بار بار دے کر متحدہ ہندوستان کی فضا میں ایک ارتعاش بھی پیدا کئے رکھوں گا۔ لیکن چودھویں صدی کے اس نام نہاد مجدد کو یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت تھانوی ؒ کی گوشہ نشینی اور خلوت پسندی صرف اور صرف " حق " کی خاطر ہے۔ اور اگر " حق " ہی انہیں میدان میں آنے کی دعوت دے تو پھر وہ کیوں کر حق کی خاطر میدان میں آنے سے گریز کریں گے۔

احمد رضا خان صاحب کو معلوم ہونا چاہئے تھا کہ حضرت حکیم الامت " ایسے حضرات صرف اور صرف " حق " کے تبع اور پیروکار ہوتے ہیں۔ اگر " حق " انہیں خلوت میں لے گیا تو وہ خلوت میں چلے گئے اور اگر " حق " انہیں میدان میں لے آیا تو وہ فوراً میدان میں آگئے۔ ایسے حضرات کی ذاتی رضا و رغبت کچھ نہیں ہوتی وہ " حق " کے سامنے بالکل ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے " مردہ بدست زندہ "۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اہالیان " بلند شہر " نے ۱۳۲۸ھ : ۱۹۱۰ء کے اواخر میں بریلویوں کی روز روز کی بک بک سے تنگ آکر یہ فیصلہ کیا کہ احمد رضا خان صاحب اور علمائے دیوبند کے درمیان ایک مناظرہ کا اہتمام کرنا چاہئے تاکہ ہم ایسے جاہلوں کے سامنے " حق " واضح ہو جائے۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے دیوبند خط لکھا۔ چنانچہ دیوبند سے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ کی دستخطی تحریر " بلند شہر " پہنچ گئی کہ ہم مناظرہ کے لئے بالکل تیار ہیں آپ حضرات احمد رضا خان صاحب کو تیار کرکے جلد اطلاع دیں۔ لیکن احمد رضا خان صاحب نے جس طرح وہاں سے فرار اختیار کیا اس کی روئداد لائق مطالعہ ہے۔ " بلند شہر " کے اس واقعہ کی مکمل اور مفصل روئداد رسالہ " قاصمۃ الظہر فی بلند شہر "[1] میں موجود ہے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] رسالہ " قاصمۃ الظہر فی بلند شہر " انجمن ارشاد المسلمین نے شائع کر دیا ہے

حضرت تھانوی کا تحریری طور پر اظہار برأت اور توضیح عبارت

حضرت تھانوی رح کے ساتھ مناظرہ کرنے سے احمد رضا خان صاحب کے فرار کے بعد خدام علمائے دیوبند کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ حضرت تھانوی رح سے اظہار برأت کی ایک تحریر لے کر شائع کر دیں چنانچہ رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری رح (م ۱۳۰۱ھ : ۱۹۵۱ء) نے حضرت حکیم الامت رح کو ایک خط لکھا اور حضرت اقدس سے اس اعتراض کے متعلق چند سوالات کئے۔ جواب میں حضرت حکیم الامت نے باطل عقیدے کے اس بہتان و الزام سے اپنی برأت کا اظہار فرماتے ہوئے تحریر فرمایا کہ

" میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا، لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ (وسوسہ) نہیں گزرا "

نیز آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

" جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی "

اس کے بعد حضرتِ حکیم الامت رح نے اپنی تحریر کردہ عبارت کا صحیح مطلب بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ کسی طرح کھینچ تان کر بھی اس عبارت کا وہ مطلب نہیں نکالا جا سکتا جو احمد رضا خان صاحب محض سینہ زوری اور دجل و فریب کے ذریعہ جاہل عوام الناس کو باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

* یہ سوال و جواب ایک رسالہ کی صورت میں " بسط البنان " کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ اور ہم بھی " حفظ الایمان " کے ساتھ ہی " بسط البنان " کو بھی شائع کر رہے ہیں۔ لہٰذا مزید تفصیل کے لئے اسی کو ملاحظہ فرما لیا جائے۔

احمد رضا خاں صاحب جواب دیئے بغیر دنیا سے رخصت

حضرت حکیم الامت کے اس اعلان برأت اور توضیح عبارت کے بعد چاہئے تو

یہ تھا کہ احمد رضا خان صاحب اپنے تکفیری فتوے سے رجوع کرلیتے۔ لیکن یہ تو جب ہوتا کہ پہلا فتویٰ کسی غلط فہمی کے باعث دیانت داری کے ساتھ دیا ہوتا۔ جب پہلے ہی قصداً جانتے بوجھتے ہوئے ایک خاص سازش کے ماتحت انگریز کے اشارۂ ابرو پر علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کے لئے یہ سارا کھیل کھیلا تھا، تو یہ کیسے ممکن تھا کہ احمد رضا خان صاحب اپنے فتوے سے رجوع کرلیں۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب نے پوری خباثت وشرارت کے ساتھ علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کی مہم جاری رکھی۔

اس لئے ۱۳۳۱ھ کے اوائل میں رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری رح (م ۱۳۷۱ھ : ۱۹۵۱ء) نے "حفظ الایمان" سے متعلق احمد رضا خان صاحب کے تمام چھوٹے بڑے اعتراضات کا دندان شکن تفصیلی جواب لکھ کر بنام "توضیح البیان فی حفظ الایمان" شائع فرمایا اور احمد رضا خان صاحب کو چیلنج دیا کہ اگر ہمت ہو تو اس کا جواب تحریر کریں۔ لیکن احمد رضا خان صاحب اس کے بعد تقریباً دس سال زندہ رہ کر جواب دیئے بغیر ہی اپنے اصلی ٹھکانے پہنچ گئے۔

ظاہر ہے کہ جس کا جواب احمد رضا خان صاحب سے نہ بن آیا ہو اس کا جواب موصوف کے تلامذہ وخلفاء کے بس کی بات ہی نہیں تھی۔ نتیجۃً مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری رح کی کتاب آج تک لاجواب ہے۔

پوری دنیا کے رضاخانیت کا فرار دنیا سے رخصت ہوتے وقت احمد رضا خان صاحب اپنے خلفاء اور مریدین اور تلامذہ و معتقدین کو یہ وصیت کرگئے کہ

"میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے" (وصایا شریف ص۱۰ - مطبع حسنی پریس بریلی)

احمد رضا خان صاحب کے "دین و مذہب" کا خلاصہ مختصر لفظوں میں صرف یہ ہے کہ:

۱ : انگریز کے خلاف جہاد کرنے والے مجاہدین آزادی خواہ ان کا تعلق "تحریک بالاکوٹ" سے ہو یا "تحریک

ٰ رسالہ "توضیح البیان فی حفظ الایمان" انجمن ارشاد المسلمین کے شائع کردہ "مجموعہ رسائل چاند پوری جلد اول" میں شائع ہوچکا ہے۔

ریشمی رومال سے، تحریک خلافت سے ہو یا تحریک ترک موالات سے، تحریک احرار سے ہو یا تحریک پاکستان سے۔ خواہ ان کا تعلق کانگرس سے ہو یا مسلم لیگ سے، بلا استثناء سب پر کفر کے فتوے لگا کر ان کو بدنام کرنا تاکہ عوام ان سے متنفر ہو کر اپنا دست تعاون کھینچ لیں اور اس طرح ان مجاہدین آزادی کی جاری کردہ تحریک ناکام ہو کر اپنی موت آپ مرجائے اور انگریز کی حکومت کو بقاء دوام حاصل ہوسکے۔ (اس کی بقدر ضرورت تفصیل ہم نے مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اول " کے مقدمہ میں کر دی ہے اسے ضرور ملاحظہ فرمالیا جائے)۔

۲۔ انگریز کی مشہور زمانہ پالیسی " لڑاؤ اور حکومت کرو " کو کامیاب بنانے کے لئے مسلمانوں میں افتراق و انتشار اور لڑائی جھگڑا و خانہ جنگی برپا کرنے کی سرتوڑ کوشش کر کے اپنے نمک حلال ہونے کا ثبوت دینا۔

آفریں اور صد آفریں ہے احمد رضا خان صاحب کے جانشینوں پر جنہوں نے موصوف کے اس " دین و مذہب " پر مضبوطی سے قائم رہنے کو ہر شخص سے اہم فرض بجھا اور احمد رضا خان صاحب کے جاری کردہ تکفیری فتووں کی نشر و اشاعت اور تشہیر کے علاوہ وقتاً فوقتاً مزید کفر کے فتووں کا جاری کرنا اور مسلمانوں میں انتشار اور خانہ جنگی پیدا کرنا، غرض ان تمام فرائض کو بڑے ہی سلیقہ اور حسن و خوبی کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ لہذا علمائے دیوبند کے خدام کو پھر ان کے مقابلہ کے لئے میدان مناظرہ میں آنا پڑا، اور ہر بار اس بری طرح احمد رضا خان صاحب کی ذریت کو شکست کا سامنا کرنا پڑا کہ اگر برائے نام بھی ان کے اندر شرم و حیاء کا مادہ ہوتا تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرتے۔ بہر حال ان تمام مناظروں کی تفصیلات کا یہ موقعہ نہیں ہے، اس وقت ہم آپ کے سامنے صرف ایک تاریخی مناظرہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے فرار کسی ایک بریلوی عالم کا فرار نہ تھا بلکہ پوری جماعت رضاخانیت کا فرار تھا جس کی مختصر سی روداد یہ ہے کہ۔

شوال ۱۳۵۲ھ = ۱۹۳۴ء میں علمائے دیوبند اور رضاخانی علماء کے درمیان لاہور میں ایک فیصلہ کن مناظرہ طے پایا، جس کی اہم خصوصیت حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم کی زبانی یہ تھی کہ۔

" فریقین کے ان مقامی نمائندوں نے جن کو ابتدائی بنیادی امور طے کرنے کے لئے فریقین نے اپنی اپنی طرف سے نامزد کیا تھا اس مناظرہ کو " فیصلہ کن مناظرہ " بنانے کے لئے تین نہایت اہم اور (برصغیر کی) ممتاز شخصیتوں کو اس مناظرہ کا حکم بھی تجویز کر لیا تھا ــــــ ایک

ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال مرحوم ۔ دوسرے علامہ اصغر علی صاحب روحی مرحوم (پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور) تیسرے شیخ صادق حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ (امرتسر) ــــــ اور تینوں حضرات نے فریقین کی درخواست پر حکم بننا منظور بھی فرمالیا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ "بریلی" کے تکفیری فتنہ کی پوری تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ بریلویوں کے نمائندوں نے اس نزاع کے فیصلہ کے لئے "تحکیم" کے اصول کو مانا اور مذکورہ بالا تینوں شخصیتوں پر اتفاق بھی ہوگیا۔ ہم نے اس موقعہ کو بہت ہی غنیمت جانا اور طے کرلیا کہ جس طرح بھی ہو یہ مناظرہ ہو ہی جانا چاہئے " (فیصلہ کن مناظرہ)

لیکن چونکہ رضاخانیوں کو اس کا احساس ہوگیا تھا کہ اس "فیصلہ کن مناظرہ" کے بعد ہمارا برپا کردہ فتنہ تکفیر وتضلیل مردہ و بے جان ہو کر رہ جائے گا۔ نیز علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کی جو مہم ہم نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشارۂ ابرو پر سالہا سال سے شروع کر رکھی ہے نہ صرف اس پر پانی پھر جائے گا بلکہ الٹا ہماری خیانت بددیانتی، افتراق پسندی اور افتراق بین المسلمین کی ساری کارروائی طشت از بام ہوجائے گی۔ اس لئے رضاخانیوں نے پوری پوری کوشش کی کہ یہ مناظرہ ہونے ہی نہ پائے اور اس کے لئے ہر قسم کے ناجائز حربے استعمال کئے گئے۔ جن کی کچھ تفصیلات اسی زمانہ میں ماہنامہ "الفرقان بریلی" میں شائع ہوگئی تھیں۔ بالخصوص جن تین شخصیتوں کو پہلے متفقہ طور پر "حکم" مان لیا گیا تھا اب بریلوی حضرات نے ان کو "حکم" ماننے سے انکار کردیا۔

بہرحال مناظرہ سے فرار کے لئے رضاخانیوں کی یہ مذموم کوششیں بارآور ہوئیں اور وہ راہ فرار اختیار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم نے اپنے اس تفصیلی بیان کو جو وہ اس مناظرہ میں پڑھنے کے لئے لکھ کر ساتھ لائے تھے بعد میں کتابی صورت میں بنام "فیصلہ کن مناظرہ" شائع کردیا

چونکہ اس مناظرہ میں رضاخانیوں کی طرف سے نمائندگی کرنے والے جناب حامد رضاخان صاحب تھے جو احمد رضاخان صاحب کے جانشین خلف اکبر ہونے کے باعث پوری رضاخانی جماعت کے سربراہ تھے اس لئے اس مناظرہ سے موصوف کا فرار درحقیقت پوری دنیائے رضاخانیت کا فرار ہے۔

مرکزِ رضاخانیت جامعہ رضویہ بریلی میں رضاخانیوں کو شکستِ فاش کا سامنا

۱۳۵۴ھ : ۱۹۳۵ء میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم اور رضاخانیوں کے "شیخ الحدیث" جناب سردار احمد صاحب گورداسپوری ثم اللائلپوری (م ۱۳۸۲ھ : ۱۹۶۲ء) کے مابین عبارتِ حفظ الایمان کے بارے میں ایک مناظرہ ہونا طے پایا جو مولانا نعمانی مدظلہ العالی نے "بریلی" کے اندر رضاخانیوں کے مرکز "جامعہ رضویہ" میں جاکر ان کے شیخ الحدیث جناب سردار احمد گورداسپوری کے ساتھ کیا۔ دورانِ مناظرہ ایک بار مولانا نعمانی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ

"آج بحمداللہ منظور کے حقانی نعروں سے "بریلی" کی فضا گونج رہی ہے حامیانِ باطل کے دل لرز رہے ہیں اور جو کفر و تکفیر کے علمبردار اس دنیا سے گزر گئے اگر دیدۂ بصیرت ہو تو دیکھو کہ اس وقت جب کہ میں آپ کے مرکز "جامعہ رضویہ" میں حق کا جھنڈا لئے کھڑا ہوں اور رضاخانیت کی دھجیاں اڑا رہا ہوں، ان کی قبروں میں کیسی واویلا مچ رہی ہے"

بہرحال اس مناظرہ میں رضاخانیوں کو ایسی بری طرح شکستِ فاش ہوئی کہ مناظرہ کا اہتمام کرانے والے بزرگ جناب محمد شبیر صاحب بریلوی نے اپنا فیصلہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کے حق میں دے دیا اور اپنے فیصلہ میں لکھا کہ

"فریقین کی تقریریں سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولوی اشرف علی صاحب اور ان کے ماننے والوں کے متعلق کفر کا فتویٰ غلط ہے اور مجھ کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ سنی مسلمان ہیں اور ان کو کافر اور وہابی بتانے والے غلطی پر ہیں"

نیز موصوف نے اپنے فیصلہ میں یہ بھی لکھا کہ

"حفظ الایمان کی عبارت کا کافی جواب پالینے کے بعد بھی وہ بار بار اسی عبارت کو پڑھتے رہے جس کی وجہ سے میں یہ سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب صرف وقت گزاری کے لئے ایک ہی بات کو باوجود متعدد بار جواب مل جانے کے بلاوجہ دہراتے ہیں"

بلکہ بریلویوں کی بعض چالبازیوں کے متعلق موصوف نے تحریر فرمایا کہ

" ان باتوں نے مجھے اس فریق سے زیادہ بدظن کر دیا اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مکرو فریب سے کام لیتے ہیں حالانکہ مذہب تو سچائی کا نام ہے "

جناب محمد شبیر صاحب کا یہ فیصلہ " بریلی " کے مقامی اخبارات کے علاوہ بیرونی اخبارات میں بھی شائع ہوا۔ بعد میں جب اس مناظرۂ بریلی کی روداد بنام " فتح بریلی کا دلکش نظارہ " شائع ہوئی تو بانیٔ مناظرہ کا یہ فیصلہ بھی اس کے ساتھ شائع کر دیا گیا۔ لہذا مناظرہ کی مکمل روداد اور بانی مناظرہ کے فیصلہ کا مکمل متن وغیرہ " فتح بریلی کا دلکش نظارہ " میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

رضاخانیت کے تابوت میں آخری کیل

اسی " مناظرۂ بریلی " کے دوران رضاخانیوں کے نمائندہ مناظر اور ان کے محدث اعظم جناب سردار احمد گورداسپوری نے " حفظ الایمان " کی عبارت سے متعلق جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے ایک تجویز پیش کی اور ساتھ ہی اس کو " فیصلہ کن " بھی قرار دیا۔ مولانا نعمانی دامت برکاتہم نے برجستہ اس تجویز کو تسلیم کر کے رضاخانیت کے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دی۔ اس کی تفصیل حضرت علامہ ابوالرضا محمد عطاء اللہ صاحب قاسمی بہاری کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

" گورداسپوری صاحب نے اسی مناظرہ میں تیسرے دن اپنی ایک تقریر کے دوران میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب سے کہا کہ

" اب میں ایک فیصلہ کی بات کہتا ہوں۔ ہمارا اور آپ کا جھگڑا صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے یا نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک اس عبارت میں توہین نہیں ہے تو لیجئے آپ ایسی ہی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیجئے "

مولانا ممدوح نے گورداسپوری صاحب کی اس فیصلہ کن تجویز کو منظور فرمایا اور حفظ الایمان کی وہ عبارت لفظ بلفظ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رح کے حق میں لکھ دی اور دستخط ثبت فرما کر وہ تحریر ان گورداسپوری صاحب کے حوالہ کر دی (جو روداد مناظرۂ بریلی — اور —

"ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان" میں دیکھی جاسکتی ہے)۔

مولانا محمد منظور صاحب کے اس طرح برجستہ اور بے تکلف طور پر تحریر لکھ دینے سے حاضرین پر بے حد اثر پڑا اور اس کارروائی کو متفقہ فیصلہ سمجھا گیا۔ گورداسپوری صاحب نے اگرچہ اس اثر کے زائل کرنے کے لئے اس کے بعد بھی بہت کچھ کج بحثی کی لیکن عام پبلک سے وہ اثر کسی طرح زائل نہ ہوسکا۔

پھر مناظرہ کے بعد ان گورداسپوری صاحب اور دوسرے رضاخانی مولویوں نے اپنی نجی مجلسوں اور خصوصی جلسوں میں اپنے جاہلوں کو یہ کہہ کر سمجھایا کہ

" مولوی منظور صاحب نے مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں "حفظ الایمان" کی جو عبارت لکھی ہے درحقیقت اس سے مولوی اشرف علی صاحب کی سخت توہین ہوتی ہے۔ مگر چونکہ مولوی محمد منظور صاحب کو یہ اطمینان ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب ان پر ہتک عزت کا دعوے نہیں کریں گے اس لئے انہوں نے دیدہ و دانستہ وہ عبارت لکھ دی ہے۔ ورنہ کسی دوسرے معزز شخص کے متعلق ایسی توہین آمیز عبارت وہ ہرگز نہیں لکھ سکتے "

حضرت مولانا محمد منظور صاحب کو جب اس پر فریب پروپیگنڈے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فوراً (ربیع الثانی ۵۴ ۱۳ھ کے الفرقان میں) بعینہٖ وہی عبارت قبلۂ رضاخانیت مولوی حامد رضاخاں صاحب کے حق میں لکھ کر شائع کردی اور ان کو اور ان کے متبعین واذناب کو چیلنج کیا کہ اگر وہ اس میں اپنی توہین سمجھتے ہوں تو ہم پر " ازالہ حیثیت عرفی " کا دعوے کرکے عدالت سے فیصلہ کرالیں۔

الفرقان کا یہ پرچہ جس میں یہ مضمون شائع ہوا تھا ۱۰ر جولائی ۱۹۳۵ء کو مولوی حامد رضاخاں صاحب کے نام بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا۔ پھر " انجمن اشاعت اسلام بریلی " نے ایک پوسٹر میں بھی یہ چیلنج شائع کردیا اور ۱۰ر اگست ۱۹۳۵ء تک یعنی ایک ماہ کی مدت اس کے جواب کے واسطے مولوی حامد رضاخاں صاحب کے لئے مقرر کردی لیکن اُدھر سے اُس وقت

(بلکہ آج تک بھی) نہ کوئی جواب دیا گیا اور نہ مولانا محمد منظور صاحب کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کی گئی۔

درحقیقت مولانا کی اس آخری تدبیر نے رضاخانیت کے تابوت میں آخری میخ کا کام دیا اور رضاخانی فریب کاروں کے سارے مکر و حیلے خاک میں مل گئے اور بہت سے دام افتادگان رضاخانیت کو بھی اب یقین ہو گیا کہ "حفظ الایمان" کی عبارت ناقابل اعتراض ہے ورنہ اگر فی الحقیقت اس میں توہین ہوتی تو ہمارے "قبلہ و کعبہ حجۃ الاسلام" مولوی محمد منظور صاحب پر ضرور ہتک عزت کا دعوے کر دیتے۔"

(ترغیم[1] حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان مطبوعہ مع الشہاب الثاقب ص۳۳ تا ۴۴)

حفظ الایمان کے مشابہ و مماثل متقدمین کی عبارات

صرف یہی نہیں کہ علمائے دیوبند نے حفظ الایمان کی متنازعہ فیہ عبارت کو صحیح و درست اور ہر لحاظ سے اس کا بے غبار ہونا ثابت فرمایا بلکہ یہ بھی دکھایا کہ بالکل ہو بہو اسی طرح کی عبارات صدیوں پہلے کے متفقہ و مسلمہ علمائے کرام نے بھی تحریر فرمائی ہیں۔ وہ عبارات "بسط البنان" میں ملاحظہ فرمائی جائیں جو ہم "حفظ الایمان" کے ساتھ ہی شائع کر رہے ہیں۔

مضامین حفظ الایمان کی تائید احمد رضاخان صاحب کی زبانی

بلکہ اس سے آگے بڑھ کر علماء دیوبند نے حفظ الایمان کے تمام اہم اور بنیادی مضامین کو خود احمد رضاخان صاحب کی کتابوں سے ثابت فرما دیا گیا اگر حفظ الایمان کا مضمون غلط ہے تو پھر یہ غلطی ایسی ہے کہ جس سے آنجہانی احمد رضاخان صاحب بھی نہیں بچے۔

ع این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

---

[1] رسالہ "ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان" انجمن ارشاد المسلمین کے شائع کردہ "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں چند باتیں ہم بھی عرض کرتے ہیں۔

حفظ الایمان" میں درحقیقت ان تین سوالوں کا جواب دیا گیا ہے۔

۱ : کیا غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی کرنا جائز ہے ؟

۲ : کیا طواف قبور جائز ہے ؟

۳ : کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائی طور پر مغیبات (مخفی امور) کا علم حاصل ہونے کے باعث "عالم الغیب" کہنا جائز ہے ؟

سوال اول کا جواب حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے پہلے سوال کا جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

لفظ "تعظیم" عبادت کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور تحیۃ (سلام) کے معنی میں بھی۔ اگر "سجدۂ تعظیمی" سے مراد عبادت کا سجدہ ہے تو غیر اللہ کے لئے عبادت کا سجدہ کرنا کھلم کھلا کفر ہے۔ اور اگر "سجدۂ تعظیمی" سے مراد "سجدۂ تحیۃ" ہے تو پھر حرام ہے گو کفر نہیں۔

باقی رہا یہ اشکال کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدۂ تحیۃ کیا گیا تھا، جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے تو پھر ہمارے لئے سجدۂ تحیۃ کیوں جائز نہیں ہے ؟

تو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ۔ اول تو بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس سجدہ سے مراد صرف جھکنا ہے زمین پر پیشانی رکھنا مراد ہی نہیں ہے۔ دوسرے اگر اس سجدہ سے زمین پر پیشانی رکھنا ہی مراد ہو تو پھر یہ شرائع سابقہ میں جائز تھا اور ہماری شریعت میں سجدۂ تحیۃ حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان "لا تفعلوا" (یعنی سجدۂ تحیۃ مت کرو) سے سجدۂ تحیۃ کے جائز ہونے کو منسوخ کر دیا ہے۔

بعض بزرگوں سے سجدۂ تحیۃ کا جواز قولاً یا فعلاً جو منقول ہے اس کے جواب میں حضرت تھانوی مرحوم نے فرمایا کہ

"اگر کسی بزرگ اور صالح سے ایسا قول یا فعل کہیں منقول ہو تو اولاً تو تصحیح روایت کی حسب ضابطہ

روایت کے ضروری ہے کیوں کہ بعض باتیں بے اصل مشہور ہوجاتی ہیں۔

ثامناً۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل سے شریعت کو بدل دیں بلکہ شریعت کے احکام اپنے حال پر رہیں گے۔ حسن ظن کے مقتضاسے خود ان بزرگ کے قول و فعل میں غلبۂ حال یا خطاء اجتہادی کی تاویل کریں گے

احمد رضاخان صاحب اسکی تائید میں

احمد رضاخان صاحب نے بھی بالکل ہو بہو یہی جواب اس سائل کو دیا جس نے موصوف سے "سجدۂ تعظیمی" کے جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں پوچھا تھا موصوف نے بڑا مفصل جواب لکھا اور اس کا نام "الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ" رکھا۔ ہم اسی کتاب سے چند حوالے نذر قارئین کرتے ہیں۔

احمد رضاخان صاحب "تعظیم" کے "عبادت" اور "تحیۃ" کے معنوں میں استعمال ہونے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تعظیم سے کبھی مطلق مراد لیتے ہیں بایں معنی تحیۃ بھی تعظیم ہے چنانچہ بعض فقہاء نے تحیۃ و تعظیم کو ایک صورت کہا ہے (یعنی دونوں کا حکم ایک ہی بیان کیا ہے) اور عبادت کے مقابل لیا ہے۔ اور کبھی خاص تعظیم مثل تعظیم الٰہی مراد لیتے ہیں۔ اس وقت وہ مساوئ عبادت ہے۔ چنانچہ صاحب درمختار نے تعظیم کو تحیۃ کے مقابل لیا"

(الزبدۃ الزکیہ ص ۵۰۔ ملخصا)

غیراللہ کے لئے "سجدۂ عبادت" کا کفر ہونا احمد رضا خان صاحب یوں بیان فرماتے ہیں کہ

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حبیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ کی اجازت چاہی تو ان کی مراد اس سجدہ سے "سجدۂ تحیۃ" ہی تھا۔ اگر اجازت چاہنے والے صحابہ کرام کی مراد سجدہ عبادت ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً فرماتے کہ

"ارے تم عبادت غیر چاہ کر مرتد ہوگئے۔ ارے توبہ کرو۔ اسلام لاؤ۔ اپنی عورتوں سے پھر نکاح کرو" (الزبدۃ الزکیہ ص ۹۶)

غیراللہ کے لئے "سجدۂ تحیۃ" کے حرام ہونے کو "جامع الفصولین" سے احمد رضاخان صاحب بایں الفاظ

نقل فرماتے ہیں۔

امشعر لوسجد علی وجہ التحیۃ لارتکاب سجدۂ تحیۃ سے گناہگار ہوگا کہ اس نے حرام کا ارتکاب ماحرم ۔ کیا "۔ (الزبدۃ الزکیہ ص ۴۹)

باقی رہی حضرت آدم و یوسف علیہما السلام کے سجدہ کی بحث تو اس پر احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب مذکور کی ایک مستقل فصل یعنی "فصل ششم" اس اعتراض کا جواب دینے کے لئے قائم کی ہے کہ جب ان دو پیغمبروں کی شریعت میں سجدۂ تحیۃ کرنا جائز تھا تو پھر ہمارے لئے کیوں اور کہاں سے ناجائز ہوگیا ؟ اسی فصل میں ایک مقام پر احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ ۔

" علماء کو اختلاف ہے کہ یہ سجدہ زمین پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا سر خم کرنا "۔

(الزبدۃ الزکیہ : ص ۱۱۸)

پھر آگے چل کر احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں ۔

" سب جانے دو ، وہ انہیں (پیغمبروں) کو سجدۂ معروفہ ہی (یعنی زمین پر سر رکھنا ہی مراد ہو) اور وہ ان کی شریعتوں کا حکم ہی سہی ۔ تو شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا ہی قطعی نہیں ۔ ائمہ اہلسنت کا مختلف فیہ ظنی مسئلہ ہے " (الزبدۃ الزکیہ : ص ۱۳۰)

پھر موصوف لکھتے ہیں کہ اگر شرائع سابقہ کے حجت ہونے کا قول ہی تسلیم کرلیا جائے تو پھر بھی ۔

" حجت ماننے والے بھی اس حالت میں حجت مانتے ہیں کہ ہماری شرع نے اس پر انکار نہ فرمایا ہو ۔ اور یہاں انکار ثابت ہے کہ فرمایا " لا تفعلوا " ، نذکرو لا ینبغی لمخلوق ان یسجد الا للہ تعالیٰ ۔ کسی مخلوق کو غیر خدا کا سجدہ لائق نہیں "۔

(الزبدۃ الزکیہ : ص ۱۳۱)

بعض بزرگوں کی کتابوں سے جو " سجدۂ تحیۃ " کا جواز مفہوم ہوتا ہے اس کا جواب دیتے ہوئے احمد رضا خان صاحب رقمطراز ہیں ۔

۱ : اولاً ۔ اگر وہ سند صحیح و واجب الاعتقاد سے ثابت نہیں ، تو ، ناقل پر مردود ہے اور دامن

اولیاء اس سے پاک۔

۲ : ثانیاً ۔ اگر یہ ثبوت معتمد سے ثابت ہے اور گنجائش تاویل رکھتا ہے، تو تاویل واجب اور مخالفت مندفع۔

۳ : ثالثاً ۔ اگر تاویل ناممکن مگر محتمل ہو کہ وہ کلام، یا عمل، ان کے مناصب رفیع ولایت و امامت تک پہنچنے سے پہلے کا ہے تو اسی پر حمل کریں گے اور نہ اس سے استناد جائز نہ ان پر اعتراض۔

۴ : رابعاً ۔ یہ بھی ناممکن ہو تو جن کی ولایت و امامت ثابت و متحقق ہے ان کے ایسے فعل کو افعال خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ٹھہرائیں گے اور ایسے کلام کو متشابہات سے کہ نہ ان پر طعن کریں نہ اس پر بحث، اور گمراہ ہے وہ کہ متشابہات کا اتباع کرے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ۔ متشابہات جس طرح اللہ و رسول کے کلام میں ہیں یوں ہی ان اکابر کے کلام میں ہوتے ہیں۔ کما افادہ محی الدین ابن العربی رحمہ اللہ "

(الزبدۃ الزکیہ : ص ۱۱۲ تا ۱۱۴ ملخصاً)

بزرگوں کے کلام میں تاویل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے احمد رضا خان صاحب رقمطراز ہیں۔

" فقیر کا رسالہ " مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء " ملاحظہ ہو۔ اکابر اولیاء عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات کثیرہ سے ثابت کیا ہے کہ شریعت مطہرہ سب پر حجت ہے اور شریعت مطہرہ پر کوئی چیز حجت نہیں ہے " (الزبدۃ الزکیہ ، ص ۱۱۳)

بالکل یہی مطلب ہے مجدد الملت حضرت تھانوی مرحوم کے اس قول کا کہ

" یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل سے شریعت کو بدل دیں بلکہ شریعت کے احکام اپنے حال پر رہیں گے " (حفظ الایمان)

سوال دوم کا جواب حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے دوسرے سوال کا جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ طواف کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) طواف اصطلاحی (۲) طواف لغوی۔

طواف اصطلاحی : وہ طواف ہے جو تعظیم و تقرب کے لئے کیا جاتا ہے۔

طواف لغوی وہ طواف ہے جس میں تعظیم و تقرب مقصود نہ ہو بلکہ کسی وجہ سے کسی چیز کے ارد گرد محض چکر لگالینا۔

چونکہ طواف اصطلاحی ایک عبادت ہے اس لئے غیر بیت اللہ کا ایسا طواف کرنا نہ صرف یہ کہ حرام و ناجائز ہے بلکہ کفر ہے۔

لیکن چونکہ قبر وغیرہ کا طواف کرنے والے عموماً یہ طواف بطور عبادت نہیں کرتے ہیں بلکہ صاحب قبر کی تعظیم کی خاطر بطور تحیۃ یہ طواف کرتے ہیں اس لئے یہ طواف حرام اور ناجائز ہے۔ اس لئے انسان کافر نہیں ہوگا۔ گو شدید قسم کا گنا ہگار ہو جائے گا۔

طواف لغوی۔ میں چونکہ نہ عبادت کا قصد ہوتا ہے اور نہ کسی کی تعظیم کا۔ بلکہ اپنے کسی مقصد کی خاطر کسی چیز کا چکر لگا لیا جاتا ہے اس لئے اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

احمد رضا خان صاحب اسکی تائید میں طواف کی یہی تقسیم احمد رضا خان صاحب کے کلام سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ موصوف نے ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۶ء) کی ایک عبارت کا ترجمہ یوں فرمایا ہے۔

"زیارت روضۂ انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (رزقنا اللہ العود الیھا بقبولہ) کے وقت نہ دیوار کریم کو ہاتھ لگائے نہ چومے نہ اس سے چمٹے نہ طواف کرے، نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعت قبیحہ ہیں" (الزبدۃ الزکیہ ص ۶۳)

اس کے بعد احمد رضا خان صاحب نے ان تمام امور کی تشریح فرمائی ہے۔ اور اسی کے ذیل میں "طواف" کے معنی متعین کرنے کے لئے کہ کون سا طواف منع ہے۔ فرماتے ہیں۔

" اور طواف سے (مراد) یہ (ہے) کہ نفس طواف بغرض تعظیم مقصود ہو "
(الزبدۃ الزکیہ ، ص ۶۴).

لہذا ثابت ہو گیا کہ غیر بیت اللہ کا " طواف بغرض تعظیم " احمد رضا خان صاحب کے نزدیک بھی منع ہے اور اسی " طواف بغرض تعظیم " کو حضرت حکیم الامت رح " طواف اصطلاحی " قرار دے کر ناجائز و حرام قرار دیتے ہیں۔

اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اگر " طواف بغرض تعظیم " نہ ہو بلکہ بلا غرض تعظیم محض اپنی کسی ضرورت وغیرہ سے کسی چیز کا چکر لگا لیا جائے تو یہ طواف احمد رضا خان صاحب کے نزدیک بھی جائز ہے۔ اور اسی طواف کو جو بلا غرض تعظیم ہو حضرت حکیم الامت رح " طواف لغوی " قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح (م $\frac{۱۱۷۶ھ}{۱۷۶۳ء}$) کی عبارت میں قبر کے گرد جس چکر لگانے کا ذکر ہے اس کا جواب بھی حضرت حکیم الامت رح یہ دیتے ہیں کہ یہاں " طواف لغوی " مراد ہے جو بغرض تعظیم نہیں ہوا کرتا ہے بلکہ کسی اور مقصد کی خاطر کسی چیز کا چکر لگا لیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے آداب بیان کرتے ہوئے احمد رضا خان صاحب رقمطراز ہیں۔

" (۳۸) روضۂ اقدس انور کا نہ طواف کرو، نہ سجدہ، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے "

(انوار البشارۃ : ص ۳۴، : فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۲۴۳)

اسی طرح کسی صاحب نے احمد رضا خان صاحب سے درج ذیل سوالات دریافت فرمائے۔

" کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔

۱ : بوسۂ قبر کا کیا حکم ہے ؟
۲ : قبر کا طواف کرنا کیسا ہے ؟
۳ : قبر کس قدر بلند کرنی جائز ہے ؟ "

اس سوال کے جواب میں احمد رضا خان صاحب رقمطراز ہیں۔

۱ : بعض علماء اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں تو اس سے احتراز ہی چاہئے ۔ اشعۃ اللمعات میں ہے ۔

مسح نکنند قبر را بدست و بوسہ نہ دہد آں را ۔ (یعنی قبر پر ہاتھ نہ پھیرے اور نہ قبر کو بوسہ دے) کشف الغطاء میں ہے ۔ کذا فی عامۃ الکتب (یعنی ایسا ہی لکھا ہوا ہے اکثر کتابوں میں)۔

مدارج النبوت میں ہے ۔

در بوسۂ قبر والدین روایت فقہی می کنند و صحیح آنست کہ لا یجوز است واللہ اعلم۔
(والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں بعض لوگ ایک فقہی روایت نقل کرتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم)۔

۲ : بعض علماء نے اجازت دی ۔۔۔ مگر راجح یہ کہ ممنوع ہے ۔ مولانا علی قاری منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں ۔

الطواف من مختصات الکعبۃ فیحرم حول قبور الانبیاء و الاولیاء ۔
(طواف کرنا ۔ بیت اللہ کی خصوصیات میں سے ہے لہذا انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کی قبروں کے ارد گرد طواف کرنا حرام ہے ۔)

۳ : ایک بالشت یا کچھ زائد (بلندی قبر کی ہونی چاہئے) زیادہ فاحش بلندی مکروہ ہے ۔"
(فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۱۸۰ و ۱۸۱ ملخصاً)

احمد رضا خان صاحب سے ایک اور سوال کیا گیا کہ

" بزرگوں کے مزار پر جائیں تو فاتحہ کس طرح سے پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون چیزیں پڑھا کریں ۔"

اس کے جواب میں احمد رضا خان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

" مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو .... مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام "

(فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۲۱۲ ، ۲۱۳)

سوال سوم کا جواب — حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز نے تیسرے سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ بلا قرینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ " عالم الغیب " کا اطلاق حرام اور ناجائز ہے ۔

حضرت حکیم الامت رح نے اپنے اس جواب کو مدلل کرنے کیلئے دو دلیلیں ذکر فرمائی ہیں ۔

۱ : پہلی دلیل کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ " علم غیب " محاورات شرعیہ میں اس علم کو کہا جاتا ہے جو بالذات ، بلاواسطہ اور کسی کے دیئے بغیر حاصل ہو ۔ اور ظاہر ہے کہ ذاتی اور بلا واسطہ علم تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے ۔ اس لئے اگر کوئی شخص بلا قرینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ " عالم الغیب " کا اطلاق کرنے لگے تو اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم ذاتی حاصل ہے جو کہ بالاتفاق کھلم کھلا کفر ہے اس بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ " عالم الغیب " کا اطلاق ناجائز اور حرام ہے ۔

۲ : حضرت حکیم الامت رح کی دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ زید جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ " عالم الغیب " کا اطلاق کر رہا ہے ، وہ یہ اطلاق کس بنا پر کرتا ہے ؟

آیا اس بنا پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا استثناء تمام مغیبات (مخفی امور) کا علم کلی حاصل ہے ؟

یا اس بنا پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض مغیبات کا علم حاصل ہے ؟

پہلی وجہ تو عقلاً نقلاً باطل ہے ۔ اور دوسری وجہ اس لئے نہیں بن سکتی کہ پھر عام انسانوں بلکہ

دوسری تمام مخلوق کو بھی " عالم الغیب " کہنا پڑے گا . کیونکہ مطلق بعض مغیبات کا علم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انسانوں بلکہ تمام مخلوق کو حاصل ہے ۔

احمد رضا خان صاحب اس کی تائید میں ہے بالکل یہی بات احمد رضا خان صاحب نے فرمائی ہے چنانچہ ایک مقام پر وہ لکھتے ہیں ۔

" مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ ہے " (الامن والعلیٰ : ص ۲۰۳)

اور ظاہر ہے کہ جب " کراہت " مطلق بولی جائے تو اس سے عموماً کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے ۔ جیسا کہ احمد رضا خان صاحب نے بھی اس کی تصریح کی ہے ۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ : ج ۲ : ص ۴۱۵)

نیز یہ بھی واضح ہے کہ " مکروہ تحریمی " اور " حرام " عملاً دونوں کا حکم یکساں ہے ۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ اور بریلوی حلقہ میں " امام المحدثین " کہلائے جانے والے ابو محمد سید دیدار علی شاہ صاحب (م ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء) رقمطراز ہیں ۔

" گناہ اور استحقاق عذاب میں مکروہ تحریمیہ اور حرام قطعی دونوں برابر ہیں "

(الاستعانت من اولیاء اللہ عین الاستعانت من اللہ : ص ۳۳)

لہٰذا ثابت ہوا کہ احمد رضا خان صاحب کے نزدیک بھی مخلوق پر لفظ " عالم الغیب " کا اطلاق حرام اور ناجائز ہے

حضرت حکیم الامت رح کی پہلی دلیل کی بنیاد دو باتوں پر ہے ۔

۱ : محاورات شرعیہ میں " علم غیب " صرف اس علم کو کہا جاتا ہے جو بالذات ہو یعنی جو علم ذاتی ہو ۔

۲ : کسی مخلوق پر " عالم الغیب " کا اطلاق کرنے سے اس کے علم کے ذاتی ہونے کا شرکیہ وہم پیدا ہوگا ، اس لئے مخلوق پر اس کا اطلاق ناجائز ہے ۔

یہ دونوں باتیں احمد رضا خان صاحب کو بھی تسلیم ہیں ۔ چنانچہ موصوف فرماتے ہیں ۔

" علم جب مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو (یعنی علم غیب) تو اس سے مراد " علم ذاتی " ہوتا ہے ۔ اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نے کر دی ہے۔ اور یہ یقیناً حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لئے ایک ذرہ کا بھی "علم ذاتی" مانے یقیناً کافر ہے۔" (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۳۴۸ ج ۳)

ایک اور مقام پر احمد رضا خان صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"علم غیب بالذات اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے، کفار اپنے معبودان باطل وغیرہم کے لئے مانتے تھے۔ لہٰذا مخلوق کو "عالم الغیب" کہنا مکروہ " (الامن والعلیٰ ص ۲۰۳)

اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ مخلوق کو "عالم الغیب" کہنے کے مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کفار اپنے معبودان باطل وغیرہم کے لئے "علم ذاتی" مانتے تھے۔ اب اگر کوئی شخص کسی مخلوق کو "عالم الغیب" کہے گا تو اس سے یہ شبہ وہم پیدا ہوگا کہ یہ بھی مخلوق کے لئے "علم ذاتی" کا قائل ہے جو کہ کھلم کھلا بالاتفاق کفر ہے۔

باقی رہی حضرت تھانوی رح کی بیان کردہ دوسری دلیل تو اس کے متعلق حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس دوسری دلیل کے بنیادی مقدمات صرف چھ ہیں۔ اب وہ چھ بنیادی مقدمات اور پھر ان پر تبصرہ حضرت مولانا نعمانی مدظلہٗ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

۱ : " جب تک مبدأ کسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو، اس پر مشتق کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا شلاً کسی کو عالم جب ہی کہا جا سکتا ہے جب کہ اس کی ذات میں علم کی صفت پائی جاتی ہو اور زاہد اسی کو کہا جائے گا جس کے ساتھ زہد کی صفت قائم ہو۔ اور کاتب وہی کہلائے گا جو وصف کتابت کے ساتھ موصوف ہو (الیٰ غیر ذالک من الامثلۃ)۔

۲ : علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ علت موجود ہو اور معلول نہ ہو۔

۳ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔

۴ : مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

۵ : ہر زید و عمر کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔

۶ : لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے یعنی جس بات کے ماننے سے کوئی امر باطل لازم آجائے

وہ خود باطل ہے ۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں تو عقلی مسلمات میں سے ہیں اور گویا بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کرسکتا ۔ اس لئے سردست ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدمہ کو خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کرتے ہیں ۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خانصاحب بریلوی کی تصریحات سے

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا "

اس کا ثبوت فاضل بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا

فاضل موصوف " الدولۃ المکیۃ " صفحہ ۲۵

رقمطراز ہیں ۔

فانا لا ندعی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قد احاط بجمیع معلومات اللہ سبحانہ وتعالیٰ فانہ محال للمخلوق ۔	ہمارا یہ دعوےٰ نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریف تمام معلومات الٰہیہ کو محیط ہے کیونکہ یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے ۔

اور اسی " الدولۃ المکیۃ " میں ہے ۔

ولا نثبت بعطاء اللہ تعالیٰ ایضاً الا البعض ۔	اور ہم عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع ۔

(الدولۃ المکیۃ ص ۲۸)

اور یہی خان صاحب "تمہید ایمان" صفحہ ۴۳ پر فرماتے ہیں

" حضورؐ کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں "

نیز اسی تمہید کے صفحہ ۴۴ پر ہے۔

" اور جمیع معلومات الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے "

خان صاحب کی ان تمام عبارات کا مفاد بلکہ مقصد یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع غیوب کا علم حاصل نہ تھا، بلکہ تمام غیوب کے علم تفصیلی کا حصول آپ کے لئے بلکہ ہر مخلوق کے لئے محال ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے "۔ اور یہی بعینہ حضرت مولانا تھانوی رح کی دلیل کا تیسرا مقدمہ تھا جو بحمد اللہ خان صاحب ہی کی تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ فللہ الحمد۔

حضرت مولانا رح کی دلیل کا چوتھا قابل غور مقدمہ یہ تھا۔

" مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے "

اس کا ثبوت بھی خان صاحب بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے

فاضل موصوف "الدولۃ المکیۃ" صفحہ ۱۳ پر ارقام فرماتے ہیں۔

انا آمنا بالقیامۃ و بالجنۃ و بالنار و باللہ تعالی و بالامہات السبع من صفاتہ عز وجل و کل ذالک غیب وقد علمنا کلا	بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت اور دوزخ پر اللہ تعالےٰ اور اس کے ساتوں صفات اصلیہ پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم

بحیالہ ممتازا عن غیرہ	تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ہمارے
فوجب حصول مطلق العلم	علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے
التفصیلی بالغیوب لکل	ممتاز ہے۔ پس غیب کے مطلق علم تفصیلی
مومن ۔	کا حصول ہر مومن کے لئے واجب ہوا ۔

نیز یہی خاں صاحب "خالص الاعتقاد" صفحہ ۴۲ پر فرماتے ہیں

(اللہ تعالیٰ .... مسلمانوں کو فرماتا ہے " يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ " غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیوں کر ممکن ؟ لاجرم تفسیر کبیر میں ہے " لا یمتنع ان نقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل " یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لئے دلیل ہے "

خاں صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو غیب کا کچھ علم ضرور ہے ۔

خانصاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا

موصوف اپنے والد ماجد کی ایک پیشین گوئی کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں ۔

" یہ چودہ برس کی پیشین گوئی حضرت نے فرمائی ۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامان غلام کے کفش بردار ہیں، علوم غیب دیتا ہے " (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۳۲)

خانصاحب کے نزدیک گدھے کو بعض غیوب کا علم

خاں صاحب نے دامس کے ثبوت میں کہ کشف فی نفسہ کوئی کمال کی چیز نہیں بلکہ وہ

غیر مسلموں حتیٰ کہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے) اپنے کسی بزرگ سے (جن کے ولی اللہ ہونے کی تصریح بھی آپ نے فرمائی ہے) ایک صاحب کشف گدھے کی عجیب و غریب حکایت نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان بزرگ صاحب نے فرمایا۔

" ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا تھا۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ بس گدھے سے پوچھا جاتا ہے۔ گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے "

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۱)

اس کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں۔

" بس یہ سمجھئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہو سکتی ہے (یعنی کشف) انسان کے لئے کمال نہیں " (حصہ چہارم ص ۱۱)

خان صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ موصوف کے نزدیک اس گدھے کو بھی بعض مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا۔ وہذا ہو المقصود۔

دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے

ہم ابھی ابھی " الدولۃ المکیۃ " سے خان صاحب کی ایک عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں تصریح ہے کہ " حق تعالیٰ اور اس کے صفات اور جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور غیب میں سے ہیں (اور یہ بالکل صحیح ہے)۔

علیٰ ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بذاتِ خود غیب نہیں لیکن آپ کی رسالت بے شک امر غیب ہے۔ کیونکہ وہ کوئی محسوس و مُبصَر چیز نہیں بلکہ اللہ اور

رسول ہو کے درمیان ایک مخفی تعلق ہے جو ہمارے احساس ظاہری کی دسترس سے بالاتر ہے اور صرف پیغمبر کی صداقت کے اعتماد پر اس پر ایمان لایا جاتا ہے۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت یا اس کے رسولؐ کی رسالت کا علم حاصل ہو تو اس کو بعض غیوب کا علم حاصل ہوا اور خان صاحب کو تسلیم ہے کہ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ درختوں کے پتے اور ریگستانوں کے ذرّے بھی توحید و رسالت پر ایمان لانے کے مکلف ہیں، وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔

چنانچہ خان صاحب کے ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ،، پر ہے۔

" ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ "

نیز اسی کے صفحہ ۸، پر ہے۔

" ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے اسے خواہ اس کی روح کہا جاوے یا کچھ اور، اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ، حدیث میں ہے۔

ما من شئ الا و یعلم	کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا
انی رسول اللہ الا مردۃ	رسول نہ جانتی ہو، سوا سرکش
الجن والانس۔	جن اور انسانوں کے "

خان صاحب کے ان ارشادات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱ : ہر مومن کو غیب کی کچھ باتیں ضرور معلوم ہوتی ہیں۔

۲ : غیر مسلموں کو بھی کشف ہوتا ہے۔

۳ : گدھے جیسے احمق جانور کو بھی بعض مخفی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔

۳ : کائنات کی ہر چیز حتی کہ نباتات وجمادات کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہیں۔

اور یہی حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھا۔

الحاصل مولانا کی دلیل جن چھ مقدمات پر مبنی تھی، ان میں سے چار تو مسلمات عقلیہ اور بالکل بدیہی تھے اور دو محتاج ثبوت تھے سو ان کو ہم نے بحمد اللہ خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر دیا اور ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا کی وہ دلیل جس پر خان صاحب نے کفر کا حکم لگایا تھا بجمیع اجزاءہ خان صاحب کو مسلم ہے اور اگر وہی موجب کفر ہو سکتی ہے تو پھر خان صاحب بھی اس کفر میں برابر کے حصہ دار ہیں۔

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم (فیصلہ کن مناظرہ)

اس تمام تر تفصیل کا مقصد محض یہ ثابت کرنا تھا کہ "حفظ الایمان" کی ہر بات نہ صرف یہ کہ اپنے مقام پر صحیح و درست ہے بلکہ خود احمد رضا خان صاحب کے کلام سے بھی یہ سب کچھ ثابت ہے۔

عبارت حفظ الایمان میں ترمیم

لیکن عالم اسباب میں کسی شخص کو مطمئن کر دینے کے جو طریقے ممکن تھے وہ سب بروئے کار لانے کے باوجود جب بعض شرارت پسند اور بد باطن لوگ شرارت، فتنہ انگیزی اور افتراق وانتشار پھیلانے کی خاطر عوام الناس میں یہی پروپیگنڈا کرتے رہے کہ اس عبارت میں کفر ہے اور اس کا لکھنے والا (یعنی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) العیاذ بالله کافر ہے کہ جو اس کے کفر میں شک یا توقف کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا تو اس صورت حال کو دیکھ کر بعض دیندار، اتحاد ملت کے خواہاں حضرات نے ملت کو افتراق وانتشار اور آپس کے لڑائی جھگڑے اور سر پھٹول سے بچانے کے لئے حضرت حکیم الامت رح کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی جس میں یہ لکھا کہ

-------- غرض ان تصریحات و تنقیحات کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہی نہ کسی خلاف مقصود یا نعوذ باللہ تعالٰی سوء ادب کا اصلاً ایہام رہا۔ پس اس بنا پر واقعی ترمیم عبارت کی مطلق ضرورت نہیں لیکن دنیا میں چونکہ ہر فہم کے لوگ ہیں یا قصداً شبہ ڈالنے والے موجود ہیں جو شبہ

ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھے ہوئے ہیں خواہ وہ مصالح دینیہ ہوں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، یا دنیویہ ہوں جیسا کہ واقع ہے۔

اس لئے کم فہموں کی رعایت سے تاکہ نہ ان کو خود شبہ ہو نہ دوسرا کوئی شبہ ڈال سکے، اگر اس عبارت میں ایسے طور سے ترمیم کر دی جائے جس میں مَنْقُوْلٌ (یعنی اصل مضمون) محفوظ رہے اور عنوان (یعنی عبارت) بدل جاوے تو امید ہے کہ موجب اجر ہوگا۔ گو یہ ترمیم درجۂ ضرورت میں نہ ہوگی صرف درجۂ استحسان ہی میں ہوگی۔ آئندہ جو رائے ہو۔ فقط -

(تغییر العنوان)

اس درخواست کو دیکھ کر حضرت حکیم الامت رح نے امت مسلمہ کو افتراق و تشتت اور آپس کے خلفشار سے بچانے کے لئے اپنی انا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کمال بے نفسی کے ساتھ ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ کو اپنی سابقہ عبارت میں ترمیم کر کے "تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان" کے نام سے اس کا اعلان کر دیا (مزید تفصیل اور ترمیم "تغییر العنوان" میں ملاحظہ فرمائیں)

اور بعد میں ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ "حفظ الایمان" کا نیا ایڈیشن "اشرف المطابع تھانہ بھون" سے شائع کرا دیا۔

ہم تھانہ بھون کی مطبوعہ "حفظ الایمان" کے پہلے اور دوسرے صفحہ کے علاوہ ترمیم شدہ عبارت کے صفحے کا عکس آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۲۴ تا ۱۲۶)

دوسری ترمیم دوسری ترمیم حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم کے توجہ دلانے پر حضرت تھانوی رح نے فرمائی تھی اور اس کا اعلان حضرت تھانوی رح کی طرف سے مولانا نعمانی نے اپنے ماہوار رسالہ "الفرقان بریلی" کے رجب ۱۳۵۴ھ کے شمارہ میں فرمایا تھا۔ اس دوسری ترمیم کے مکمل پس منظر کا ذکر ہمارے خیال میں "الفرقان" کے مذکورہ شمارہ کے علاوہ اور کہیں نہیں ہوا۔ اس لئے ہم حضرت مولانا نعمانی دامت برکاتہم کا وہ تفصیلی بیان جو موصوف نے اس دوسری ترمیم کے اعلان کے سلسلہ میں "الفرقان" کے مذکورہ شمارہ میں کیا تھا ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

منقول از ماہنامہ "الفرقان بریلی" بقلم مولانا محمد منظور نعمانی

عبارتِ حفظ الایمان

کے عنوان میں ایک ــــــــ اور ترمیم

اب سے کچھ دنوں پہلے ایک تعلیم یافتہ نوجوان (جو رضاخانی علماء کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر حضرت حکیم الامت مدظلہ العالی کے متعلق بہت برے خیالات رکھتے تھے) مناظرۂ بریلی کی روئداد کے کچھ حصہ کا مطالعہ کرنے کے بعد میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔

میں نے آج رات میں مناظرۂ بریلی کی روئداد کا مطالعہ کیا اوس کے اکثر مضامین سمجھ میں آگئے لیکن ایک شبہ باقی ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔

میں : فرمائیے کیا ہے ؟

وہ : آپ نے حفظ الایمان کی عبارت کا جو مطلب بریلی کے مناظرہ میں بیان کیا ہے اوس کا تمام تر مدار اس پر ہے کہ اس عبارت میں مولانا اشرف علی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے بلکہ آپ کی ذاتِ مقدس پر لفظ "عالم الغیب" کے اطلاق میں بحث کر رہے ہیں۔ یہی ہے نا ؟

میں : جی ہاں میرا یہی دعوے ہے۔

وہ : بس یہی بات مجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ اس عبارت کا سب سے پہلا فقرہ یہ ہے کہ "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو" اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ مولانا اشرف علی صاحب حکم علم غیب کو باطل کرنا

چاہتے ہیں نہ کہ اطلاق علم الغیب کو۔

میں : جناب غور فرمائیں حکم علم غیب سے یہاں اطلاق عالم الغیب ہی مراد ہے۔

وہ : یہ کیوں کر ہو سکتا ہے حکم اور اطلاق میں تو فرق ہے۔

میں : اربابِ فنون کی مخصوص اصطلاح کے اعتبار سے اگرچہ حکم اور اطلاق میں فرق ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ عام محاورات میں بھی اہل فن کی اوس اصطلاح کا لحاظ رکھا جائے لہٰذا عام محاورات میں حکم بول کر اطلاق مراد لیا جا سکتا ہے[1]، اور اگر ضابطہ ہی کی توجیہہ درکار ہو وہ بھی اس طرح کی جا سکتی ہے کہ حکم از روئے لغت اطلاق کو مستلزم ہے یعنی جہاں حکم اصطلاحی کا تحقیق ہو وہاں لغۃً اطلاق ضرور صحیح ہوگا۔ پس اس لزوم لغوی کے علاقہ کی وجہ سے بھی حکم بول کر اطلاق مراد لے سکتے ہیں۔ اور چونکہ حفظ الایمان کی عبارت میں سیاق وسباق کے قرائن اس پر دال ہیں[2] اس لئے یہی احتمال متعین ہے، اور پھر

---

[1] اس کی ایک عام نظیر یہ ہے کہ کلمہ نحویوں کی اصطلاح میں ایک خاص قسم کے لفظ کو کہتے ہیں اور اہل منطق کی اصطلاح میں دوسری قسم کے لفظ کو۔ اور عام محاورات میں اس کا استعمال ان دونوں اصطلاحوں سے آزاد ہے۔ علیٰ ہذا "فاعل" نحویوں کی اصطلاح میں کچھ اور ہے اور عام اصطلاح میں کچھ اور۔ الی غیر ذالک من الامثلۃ۔ ۱۲ منہ غفرلہٗ

[2] حفظ الایمان کی متنازعہ فیہ عبارت سے پہلے یہ چند فقرے موجود ہیں جو صاف بتلا رہے ہیں کہ وہاں اطلاق علم الغیب کی بحث ہے نہ کہ مقدارِ علم غیب کی۔

۱ : تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔

۲ : اس لئے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔

۳ : اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق ورازق وغیرہما کا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں۔

۴ : جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل سے جائز ہوگا، اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

جب کہ مصنف حفظ الایمان حضرت مولانا تھانوی مدظلہ نے "بسط البنان" میں خود
ہی اپنی یہ مراد ظاہر بھی فرما دی ۔ تو اب حکم سے اطلاق مراد لینا اور بھی ضروری ہو گیا اور
دوسرا احتمال باقی ہی نہ رہا ۔
میری اس گزارش پر کچھ دیر غور فرمانے کے بعد انہوں نے اپنا دلی اطمینان ظاہر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی نفی حق جل وعلاشانہ سے بھی جائز ہوگی ۔ الخ
ان چاروں فقروں سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ مولانا کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے
نیز متنازعہ فیہ عبارت کا آخری فقرہ جو حضرت مولانا کی دلیل کا التزامی نتیجہ ہے یہ ہے کہ
" تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے "
اس سے بھی صاف صریح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مولانا کا کلام صرف علم الغیب کے اطلاق میں ہے ۔ پس
سیاق وسباق کے یہ قرینے ہیں جو مجبور کر رہے ہیں کہ حکم علم غیب سے اطلاق عالم الغیب ہی مراد لیا جاوے ۔ ۱۲ منہ
لہ بسط البنان صفحہ ۲ پر حضرت مولانا مدظلہ عبارت حفظ الایمان کی توضیح فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں ۔
" اول میں نے دعوے کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالے کے ساتھ اور
جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور
اسی دعویٰ پر دو دلیلیں قائم کی ہیں ۔ وہ عبارت (جس پر اعتراض ہے) دوسری دلیل کی ہے جو
اس لفظ سے شروع ہوتی ہے ۔
" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر " مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم
کیا جانا ، محض اس بنا پر کہ آپ کو علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں آپ کو عالم الغیب کہنا اگر صحیح ہو الخ
اس عبارت میں مصنف حفظ الایمان مدظلہ العالی نے خود ہی تصریح فرما دی ہے کہ حکم علم غیب سے میری مراد
اطلاق عالم الغیب ہے اور یہی ہمارا دعوے ہے ۔ فللّٰہ الحمد ۱۲ منہ ۔

کیا اور فرمایا کہ اب مجھ کو حفظ الایمان کی عبارت پر بحمد اللہ کوئی شبہ نہیں رہا۔ لیکن میرا ایک مشورہ یہ ہے کہ جس طرح مولانا اشرف علی صاحب نے اس عبارت کے آخری حصہ کا عنوان بدل دیا ہے اسی طرح اگر وہ اس پہلے فقرہ میں بھی حکم کے بجائے اطلاق ہی کر دیں تو اچھا ہو اور ہم جیسے ناواقفوں کو بھی پھر دھوکا نہ ہو۔

میں نے عرض کیا کہ میرے نزدیک آپ کا یہ مشورہ صحیح ہے اور انشاء اللہ میں اس کو کسی وقت حضرت مولانا (دامت برکاتہم) کی خدمت میں عرض کروں گا۔

اس واقعہ سے تقریباً دو مہینے کے بعد وسط جمادی الآخرہ میں یہ خاکسار حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی کے آستانہ عالیہ کی حاضری سے مشرف ہوا اور ان نوجوان کے اس مشورہ کا ذکر کیا۔ حضرت والا نے اس کو پسند فرمایا اور حفظ الایمان کے اس فقرہ کے عنوان کو اس طرح بدل دیا۔

" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو" اور اس حقیر خادم کو اس ترمیم کے اعلان کی اجازت مرحمت فرمائی۔ لہٰذا یہ ناچیز حضرت ممدوح کی طرف سے اس ترمیم کا اعلان کرتا ہے۔ ساتھ ہی اہل مطابع سے درخواست ہے کہ آئندہ حفظ الایمان کو وہ اسی ترمیم کے ساتھ چھاپیں۔

اخیر میں مسلمانوں سے مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ اللہ کے واسطے اللہ والوں کے ساتھ انصاف کریں، اہل اللہ سے عداوت باعث ہلاکت ہے۔

اے اللہ! مسلمانوں کو انصاف اور حق بینی کی توفیق دے۔ اور اہل باطل کے فتنہ سے بچا۔ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

(ماہنامہ "الفرقان بریلی" رجب ۱۳۵۴ھ)

رضاخانیوں کا فتوئے بدستور اپنے مقام پر

یہ سارے جتن کرنے کے باوجود احمد رضاخان صاحب اوران کی ذریت کا فتوئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی بابت بدستور اپنے مقام پر ہے۔ چنانچہ احمد رضاخان صاحب کے خلیفۂ اجل اور مظہر اعلیٰ حضرت عبید الرضا محمد حشمت علی خان صاحب لکھتے ہیں۔

" اس ترمیم کے بعد تھانوی کو اور ان کے اس کفر ملعون پر مطلع ہونے کے بعد جو انہیں مسلمان جانے اس کو کافر مرتد جاننا فرض اور انہیں مسلمان سمجھنا حرام بلکہ کفر ہے "

اس کے بعد حضرت تھانوی مرحوم کو توبہ کا حکم دینے کے بعد رقمطراز ہیں۔

" اگر وہ توبہ نہ کریں تو ان کے اذناب و متبعین پر فرض ہے کہ انہیں کافر و مرتد سمجھیں، ان کا پیچھا چھوڑیں۔ توبہ کریں مسلمان بنیں، اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو مسلمانوں پر تھانوی اور ان کے متبعین کے ساتھ مسلمانوں کے سے تعلقات رکھنا حرام، اور ان سے سلام حرام، ان سے دوستی ملاقات حرام، ان کے پیچھے نماز حرام، ان کے جنازہ پر نماز حرام، ان کی عیادت حرام، ان سے میل جول بیاہ شادی حرام، وہ مرجائیں تو انہیں مسلمانوں کی طرح غسل و کفن دینا حرام انہیں مسلمانوں کے مقبرہ (قبرستان) میں دفن کرنا حرام "

(قہر واحد دیان بر ہمشیر لسیط البنان ص ۳۴، ۳۵)

یہی بریلوی بزرگ ۱۳۵۹ھ میں ایک مناظرہ کے دوران حضرت تھانوی قدس سرہ کو مسلمان سمجھنے والوں کے بارے میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔

" جو تھانوی کو مسلمان مانتے ہیں سارے کے سارے بحکم شرع یقیناً کافر و مرتد ہیں ان سب کے پیچھے نماز باطل محض، ان کا نکاح قطعی باطل، ایسی حالت میں ان کی جس قدر اولاد ہو چکی بحکم شریعت مطہرہ سب حرامی ولد الزنا، ان کا ذبیحہ خنزیر کی طرح نجس العین اور مردار۔ ان کے ساتھ ان کی موت و زندگی میں مسلمانوں کا سا کوئی معاملہ کرنا ناجائز اور حرام "

(مبلغ وہابیہ کا گریز ص ۸)

حضرت تھانوی قدس سرہ بلکہ ان کو مسلمان سمجھنے والے تمام مسلمانوں پر اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا۔ کسی بھی الزام سے صفائی اور برأت کے لئے اس دنیا میں جو جو ذرائع اور طریقے ممکن اور میسر تھے وہ سب تمامہا بروئے کار لانے کے باوجود احمد رضا خان صاحب اور دیگر رضاخانی مفتیوں کی زبان ان حضرات کو کافر قرار دینے سے نہیں تھکتی۔ اس صورت حال پر ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؎

وفاؤں کے ہزاروں دے چکے ہیں امتحاں اب تک
مگر وہ ہیں کہ اس پر بھی ہیں ہم سے بدگماں اب تک

رضاخانی تہذیب

دنیا میں اختلافات ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں کوئی قرن کوئی دور اس سے خالی نہیں رہا، اس لئے اختلاف پیدا ہوجانا کوئی انوکھی یا اچنبھے کی بات نہیں ہے ؎

گلہائے رنگارنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اہل حق کا اہل باطل سے اختلاف بھی ہوتا آیا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو اہل حق کو بعض اہل باطل کی تکفیر بھی کرنی پڑی۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اہل حق نے اہل باطل کے خلاف گندی، فحش اور بازاری زبان استعمال کی ہو۔ لیکن احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت نے جو زبان اپنے مخالفین کے لئے استعمال کی ہے اور وہ بھی خالص مذہبی لٹریچر میں، اسے دیکھ کر ان کی شرافت و متانت بلکہ ان کے چال چلن اور کیرکٹر کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ یہ کس قماش کے لوگ ہیں؟ ہم اس وقت صرف حضرت تھانوی قدس سرہ کے بارے میں استعمال کی جانے والی زبان کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

احمد رضا خان صاحب کے خلیفۂ اجل اور مظہر اعلیٰ حضرت عبید الرضا محمد حشمت علی خان صاحب حضرت تھانوی قدس سرہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہم نظر بازوں سے تو چھپ نہ سکا اے ظالم
تو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا

(قہر واحد دیاں ص ۵)

۲ : " ضرورت ہے کہ اس " جدیدہ " کی نقاب کشائی کر دی جائے کہ مسلمان اپنی " مسلّمانی " اس کے حلقۂ تزویر میں پھنسنے سے بچائیں " ــــــــــــــــ (قہر واحد دیان ص ۵)

۳ : تحفظ الایمان کے کفر اٹھانا اس کے گھر سے گھاؤ " میں " بتی رکھوانا " چاہتے ہیں " ــــــــ (ایضاً ص ۶)

۴ : " دیکھئے کیسی اندر کی کھول کر رکھ دی " ــــــــــــــــ (ایضاً ص ۸)

۵ : " پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے " ــــــــــــــــ (ایضاً ص ۹)

۶ : " اٹھتا جوبن ہے کہ بے چاری لاکھ تا دیل کی انگیا دبائے ، تبدیل و تغیر کے دوپٹے سے اسے چھپائے مگر وہ کسی طرح نہیں چھپتا " ــــــــــــــــ (ایضاً ص ۱۴)

۷ : ہزاروں خواہشیں دل میں چھپائے کس طرح کوئی
مری جان تم سے اک جوبن کا پردہ ہو نہیں سکتا
حیا بری جو کھل کھیلا وہ گدرایا ہوا جوبن
انہیں اب تم چھپاؤ ہم سے پردہ ہو نہیں سکتا

ــــــــــــ

دو شریروں کو وہ قابو میں کریں گے کیوں کر
نیر سے ایک دوپٹہ تو سنبھلتا ہی نہیں
لاکھ تم باندھ کے رکھو مگر اٹھتا جوبن
کھل ہی کھیلے گا کہ چھپنا اسے آتا ہی نہیں

ــــــــــــــــ (ایضاً ص ۱۵)

۸ : کیوں تھانوی جی ! ایسے قاہر زد سے آنکھیں میچ لینا اور اپنی وہی پرانی جس کے پرخچے اڑ چکے سنیوں کو دھوکے دینے کے لئے آگے کر دینا " ــــــــــــــــ (ایضاً ص ۱۷ ، ۱۸)

۹ : " آپ کو تین فوٹو دکھائے تھے شاید آپ نے آنکھیں بند کر لی ہوں ، اس لئے میں پھر ان تین میں سے دو دکھاتا ہوں اور تیسرا پھر کبھی انشاء اللہ تعالیٰ دکھاؤں گا " ــــــــــــ (ایضاً ص ۱۹)

ؔ " جدیدہ " نئی عورت کو بھی کہتے ہیں ۔ ؔ " مسلمانی " آلۂ تناسل کے ختنہ شدہ حصہ یعنی حشفہ کو بھی کہتے ہیں اور اس کے " حلقہ " میں پھنسنے کو آپ خود جانتے ہیں ۔ ؔ " جوبن " اس سے مراد جوان عورت کے پستان ہیں ۔ ؔ " کھل کھیلنا " شرم و حجاب اٹھا کر علانیہ برا کام کرنا " ۱۲

۱۰ : گندے گہرے گھاؤ میں بتی رکھوانے میں سخت دشواری پیش آتی ہے اور اس سے حکیم الامتی کی شان میں دھکا لگنے کا اندیشہ ہے " ——————— (قہر واحد دیان ص ۲۵)

۱۱ : سنئے اس عبارتِ "خانگی" [۱] کا مطلب یہ ہوا ...... " ——— ص ۱۹)

احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے خلاف متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں ایک کتاب کا نام "ادخال السنان الی حنک الحلقی لبسط البنان" ہے۔ اگرچہ احمد رضا خان صاحب نے "بوجوہ" اس کتاب کو اپنے فرزند ارجمند اور بریلویوں کے مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب کے نام سے شائع کرایا ہے

شیریں لسانی اور پاکیزہ بیانی کے چند نادر نمونے اس کتاب میں سے بھی ملاحظہ فرمایئے۔

۱ : آپ نے دیدہ ودانستہ رسلیا والے کی "کوری" [۲] دیکھی " ——— (ادخال السنان ص ۲۸)

۲ : اف ری بے حیا۔ تھانوی صاحب! دھرم دھرم سے کہئے رسلیا اندھی ہے یا پگلی ...... کچھ بول دو جی کڑا کرکے۔ آنکھیں بند کرکے۔ اپنے منہ کی ٹٹی کھول دو۔ تمہاری چہیتی جواری [۳] جواری خواری بوائی کی اور بھی راہ ماری ...... تھانوی صاحب! ع آنکھیں تو ملاؤ دم کہاں ہے؟ ہٹ تیری خاموشی کی " ——————— (ادخال السنان ص ۲۹/۳۰)

۳ : خوش نہ ہونا ٹھیڑے بٹیرے کی بدلائی ہے۔ یوں ہی دو طرح [۴] وہ بھی تم پر چڑھ کر رہے " ——— (ادخال السنان ص ۳۱)

۴ : تھانوی صاحب رسلیا سے کہئے چلی کہاں تھوڑا اور لیتی جا " ——— (ادخال السنان ص ۲۵)

---

[۱] "خانگی" اس عورت کو بھی کہتے ہیں جو گھر میں بیٹھ کر بازاری پیشہ کرے۔ پردہ نشین کسبی عورت۔ ملاحظہ ہو "رئیس اللغات" [۲] "کوری" نئی اور غیر مستعمل کو بھی کہتے ہیں۔

[۳] "جواری" اگر جیم کو زبر پڑھی جائے تو اس کے ایک معنی بنتے ہیں "لڑکیاں" اور دوسرے معنی بنتے ہیں دستار کی گھوڑی"۔ اور اگر جیم کو پیش پڑھی جائے تو اس کے معنی ہوں گے "جوا کھیلنے والا"۔ گویا حضرت تھانوی

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۵ : اب رسلیا کو دوسری کروٹ لٹائیے :- ______ (ادخال السنان ص ۲۶)

حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خلاف احمد رضا خاں صاحب کی تصانیف میں سے ایک تصنیف لطیف کا نام ہے " وقعات السنان الی حلق المسماۃ لبسط البنان " اگرچہ اس پر بھی کچھ مصلحتوں کی بنا پر بطور مصنف نام بریلویوں کے مفتی اعظم ہند احمد رضا خاں صاحب کے فرزند محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب کا درج ہے۔ بہرحال یہ کارنامے بڑے حضرت کے ہوں یا چھوٹے حضرت کے ہمیں اس سے سروکار نہیں ہے۔

اب اسی کتاب سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے بارے میں بریلویوں کے "مجدد مائۃ حاضرہ" احمد رضا خاں صاحب کے "ارشادات" ملاحظہ فرمائیے۔

۱ : " یہ اپنی دوشتی میں وہ تیسرا داخل کر کے " ______ (وقعات السنان ص ۲۵)

۲ : " اس کی دوشتی میں اس تیسرے کا دخول " ______ (ایضاً " ")

۳ : " تھانوی صاحب مساۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی " ______ (ایضاً ص ۴۵)

۴ : " رسلیا والا بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی کڑے سے پالا پڑا تھا " ______ (ایضاً ص ۴۹)

کے متعلقین علمائے دیوبند کو " لڑکیوں " " ستار کی گھوڑیوں " اور جوا کھیلنے والوں سے تشبیہ دی جارہی ہے۔ استغفر اللہ۔

ے " خوار " عربی زبان میں گائے " بکری " اور ہرن " کی آواز کو کہا جاتا ہے۔ گویا حضرت تھانوی رح کے متعلقین علمائے دیوبند کو " گائے " " بکری " اور ہرن " کی طرح آواز نکالنے والا کہا جا رہا ہے۔ وجہ تشبیہ ظاہر ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ھ " البوری " عربی زبان میں ایک قسم کی دریائی مچھلی کو کہتے ہیں جس کی جمع "بواری" ہے۔ گویا حضرت تھانوی کے متعلقین کو مچھلیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ وجہ تشبیہ ظاہر ہے۔ کیونکہ مچھلی کی تعبیر عورتوں وغیرہ سے دی جاتی ہے اور اگر یہ لفظ " بوار " بمعنی فساد و ہلاکت کی طرف نسبت ہو تو پھر بھی معنی ظاہر ہیں۔ نعوذ باللہ۔

ے سارے کتاب میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو " عورت " بنا کر خطاب کرنے کے ساتھ ان پر دو طرح چڑھنے کا لفظ استعمال کرنا کیسی بے حیائی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ÷

۵ : " اب وہ کھولوں جس سے مخالف چوندھیا کر پٹ ہو جائے اور آنکھ کھرے تو چوپٹ ہو جائے ۔

(وقعات السنان ص ۴۶)

۶ : " وہ کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھرائی پر اترو ۔۔۔ دیکھوں تو اس میں تم میری گرہ کیسے کھولے لیتے ہو " ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (ایضاً ص ۵۲

۷ : " خصم کے کرتے وار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کہی بول گئی " ۔۔۔۔۔۔ (ایضاً ص ۶۶)

۸ : " اب جو سلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا چھکے چھوٹ گئے سینے ٹوٹ گئے تیور پھٹ گئے دم الٹ گئے ۔ معاف کیجئے معاف کیجئے ، آپ جیتے میں ہارا ع لب نازک سے صدا آنے لگی بس بس کی "

(ایضاً ص ۶۸)

۹ : " رسلیا کی چک پھیریاں تو گو ہر کو بھی مات کر گئیں اب سلمانوں کے چھلے کو بھر کا دا کاٹتی ہے "

(ایضاً ص ۶۸)

۱۰ : " اُف ری رسلیا تیرا بھولاپن ! خون پونچھتی جا اور کہہ کہ خدا اٹھبوٹ کرے " (ایضاً ص ۷۰)

مولانا محمد عارف سنبھلی ، احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت کی اس بازاری بلکہ فاحشانہ زبان پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

" اللہ و رسول اور قرآن پر ایمان لانے والے مسلمانو ! تمہیں اسلامی شرم و حیا اور اخلاق محمدیؐ کا واسطہ ، اللہ کی بخشی ہوئی شرافت اور انسانیت کا واسطہ ، ذرا سوچو اور بتاؤ کیا کوئی شریف آدمی ایسی مغلظات بک سکتا ہے ؟ کیا تم نے آوارہ و بدچلن بازاریوں کے سوا کسی کافر سے بھی ایسی شرمناک باتیں کبھی سنی ہیں ؟ ۔۔۔۔۔ لیکن یہ بریلویوں کے "اعلیٰ حضرت" "عظیم البرکت" اور ان کی ذریت کی پاکیزہ زبان ہے ۔۔۔۔۔ کیا اس کا ایک ایک لفظ ان لوگوں کے کیرکٹر کی طرف کھلے اشارے نہیں کر رہا ہے ؟

---

[1] یعنی حمل نہ ٹھہرے ۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہے کہ اختلاف و نزاع کے موقع پر گالیاں بکنا اور بدنبانی کرنا منافقانہ خصلت اور نفاق کی علامت ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "مومن بندہ فحش گو اور بد زبان نہیں ہوتا" (بریلوی فتنہ کا نیا روپ ص ۲۳۳)

ہم اس ظلم پر اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؎

قریب ہے یار و روزِ محشر، چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستین کا

ایک فیصلہ کُن تجویز

عبارت "حفظ الایمان" پر مناظرہ سے احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت کے فرار اور بارہا کی شکستِ فاش سے متعلق جو تفصیلات ہم نے پیش کی ہیں، ممکن ہے کہ بعض حضرات ان کو یک طرفہ بیان قرار دے کر ناقابلِ اعتماد قرار دینے کی کوشش کریں۔ ایسے حضرات کے اطمینانِ قلب کی خاطر یہ گزارش ہے کہ ہم مسلم اکابر علمائے دیوبند، بریلوی حضرات کے ساتھ آج بھی ان تمام عبارات و مسائل پر فیصلہ کن مناظرہ کے لئے تیار ہیں جن کی بنیاد پر احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت نے نہ صرف علمائے دیوبند بلکہ انہیں مسلمان سمجھنے والوں بلکہ ان کے کفر میں شک یا توقف کرنے والوں تک کو کافر قرار دیا ہے۔ تکفیر کے فیصلہ کے بعد دیگر فروعی مسائل پر بھی ہم فیصلہ کن مناظرہ کے لئے تیار ہیں۔

لیکن یہ یاد رہے کہ تفریحِ طبع اور دل لگی کی خاطر ہم قطعاً مناظرہ نہیں کرنا چاہتے۔ اگر مناظرہ سے مقصود صرف اور صرف امتِ مسلمہ میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا اور فرقہ وارانہ اختلافات ختم کر کے مسلمانوں میں یگانگت و یک جہتی پیدا کرنا ہو تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ وہ جب چاہیں ہم سے مناظرہ کر سکتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا "فیصلہ کن مناظرہ" چند مقامی علماء کے درمیان ممکن نہیں ہے۔ بلکہ اس قسم کے مناظروں سے انتشار اور خلفشار میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اور دونوں فریق کے درمیان اختلافات کی خلیج مزید وسیع ہو جاتی ہے۔

لہٰذا "فیصلہ کن مناظرہ" منعقد کرنے کے لئے جس سے اختلافات ختم ہو کر ہمیشہ کے لئے آپس میں

کامل اخوت و بھائی چارہ اور مکمل اتحاد و اتفاق پیدا ہو جائے، ہم چند شرائط پیش کرتے ہیں۔

۱ : مناظرہ انفرادی طور پر چند علماء کے درمیان ہونے کی بجائے جماعتی سطح پر ہو لہ

۲ : مناظرہ کے فیصلہ کے لئے پاکستان ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے پانچ مسلم فریقین ریٹائرڈ جج صاحبان کو جماعتی سطح پر بحیثیت حکم مقرر کیا جائے سلہ

۳ : ہر فریق متفقہ طور پر چیدہ چیدہ منتخب اور جید علمائے کرام کا نمائندہ بورڈ تشکیل دے جو مناظرہ کیلئے بیانات وجوابات تیار کرنے اور مناظرہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے سے متعلق تمام امور میں مکمل طور پر مجاز اور خود مختار ہو سلہ

۴ : مناظرہ تحریری ہو۔ ہر فریق کا نمائندہ بورڈ خوب اچھی طرح سوچ سمجھ کر اپنا بیان مرتب کرے پھر اس نمائندہ بورڈ کا ہر رکن اپنے تائیدی دستخط اس پر ثبت کرے۔ بعد ازاں اس بیان کی ایک ایک فوٹو کاپی حکم بننے والے ہر جج اور فریق مخالف کو روانہ کر دے سلہ

لہ یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے تاکہ کسی بھی فریق کے کسی بھی ذمہ دار شخص کیلئے نتائج مناظرہ کو تسلیم کرنے سے فرار کا موقعہ نہ مل سکے۔

سلہ یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ ان حضرات کو مدعی و مدعا علیہ کے بیانات سننے سمجھنے اور پھر ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا طویل تجربہ حاصل ہوتا ہے۔

سلہ یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ ظاہر ہے کہ کسی بھی فریق کے سارے ہی افراد تو مناظرہ میں براہ راست اور بلاواسطہ طور پر حصہ نہیں لے سکتے۔ اس لئے مناظرہ میں حصہ لینے کے لئے علماء کا ایک بورڈ بنانا ضروری ہے۔ لیکن یہ بورڈ اگر اپنے فریق کی طرف سے مکمل طور پر مجاز اور خود مختار نہ ہو گا تو پھر اس کی کارروائیاں دوسرے حضرات پر حجت نہ ہوں گی جس کے باعث اتحاد و اتفاق پھر غتربود ہو جائے گا۔

سلہ یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ تقریری مناظرہ میں شکست خوردہ فریق کے لئے اپنے بیان سے منحرف ہو جانے کے مواقع بہت ہوتے ہیں۔

۵ : جن عبارات وغیرہ کی بنیاد پر تکفیر کی گئی ہے ، ایسی تمام عبارات پر بحث مکمل ہو جانے کے بعد حکم حضرات اپنا فیصلہ سنائیں [1]

۶ : حکم اپنا فیصلہ سنانے سے پہلے قرآن پاک ہاتھ میں لیکر یہ اعلان کریں کہ فقہ حنفی کے مطابق اصول تکفیر کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے پوری دیانت داری کے ساتھ یہ فیصلہ کیا ہے ۔ فیصلہ کرنے میں کسی فرد یا جماعت کی رضا یا عدم رضا کا قطعاً خیال نہیں کیا گیا ۔ اور اگر فیصلہ کرنے میں کسی فریق یا شخص کی جانبداری کا خیال کسی درجہ میں بھی رکھا گیا ہو تو اللہ تعالےٰ اپنا عبرتناک عذاب ایک ماہ کے اندر اندر ہم پر نازل فرمائے [2]

۷ : حکم صاحبان اپنے فیصلہ کا اعلان لاہور کی بادشاہی مسجد یا کسی اور مقام کی مرکزی جامع مسجد میں کریں ۔ اور مختصر ترین الفاظ میں ہر عبارت سے متعلق علیحدہ اپنا فیصلہ سنائیں ۔ مثلاً یہ کہ فلاں عبارت کی بنیاد پر بریلوی حضرات کا علمائے دیوبند کو مسلمان سمجھنے والوں کو کافر قرار دینا شرعاً اصول تکفیر کے خلاف اور غلط ہے یا موافق اور درست ۔ البتہ اس فیصلہ کے شواہد اور دلائل تفصیل سے بیان کئے جا سکتے ہیں ۔

۸ : اس کے بعد حکم صاحبان کی زیر نگرانی فریقین کے تمام تحریری بیانات کا ایک ایڈیشن لفظ بلفظ مع فیصلہ شائع کر دیا جائے ۔ اس پہلے ایڈیشن کی تیاری کے تمام اخراجات فریقین نصف نصف برداشت کریں۔ [3]

---

[1] یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ صرف ایک عبارت پر بحث کی تکمیل کے بعد فیصلہ سنانے کی صورت میں وہ فریق جسکے خلاف فیصلہ ہوا ہے آئندہ مزید بحث کرنے سے منحرف ہو جائے اور اسطرح پھر مزید عبارات وغیرہ کا فیصلہ ہمیشہ کے لئے ناممکن ہو جائے ۔

[2] یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ شکست خوردہ فریق کو حکم صاحبان پر جانبداری کا الزام لگانے کا موقع نہ مل سکے ۔

[3] یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے ۔ کہ اس تاریخی مناظرہ کی روداد کا پہلا ایڈیشن مسلّمہ حکم صاحبان کی زیر نگرانی شائع ہو جانے سے اس " روداد مناظرہ " کے اعتبار و استناد کا درجہ بہت بلند ہو جائے گا ۔

ہماری فیصلہ کن تجویز کا مُتوقع انجام

بظاہر اسباب ہمیں اس بات کا یقین کامل ہے کہ ہماری اس فیصلہ کن تجویز کا حشر وہی ہو گا جو اسی نوعیت کی اس تجویز کا ہوا جو بریلویوں کے آج کل کے رازیٔ زماں غزالیٔ دوراں علامہ سعید احمد کاظمی صاحب نے ۱۶ اپریل ۱۹۶۳ کو ملتان میں ایک پریس کانفرنس کے اندر پیش کی تھی۔

روزنامہ "رہبر" بہاولپور کے نمائندہ سید مسعود احمد نقوی صاحب نے اس تجویز و اپیل اور اس کے رد عمل کے بارے میں ایک انٹرویو کاظمی صاحب سے لیا تھا جو روزنامہ "رہبر" کی ۱۷ اگست ۶۳ ۱۹ء کی اشاعت میں صفحہ ۳ پر چھپا تھا۔ اس انٹرویو کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ کاظمی صاحب نے دوران انٹرویو فرمایا۔

"محض ملک وملت کی خیر خواہی کے پیش نظر بالکل غیر جانبدارانہ حیثیت سے میں نے بریلوی اور دیوبندی فرقوں کے علماء سے مخلصانہ اپیل کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ دونوں گروہ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور مسائل فقہ میں دونوں کے درمیان کوئی بنیادی اور اصولی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ تو محض چند عبارات کی وجہ سے دیوبندی بریلوی مسلک خیال کے مسلمانوں[1] کے درمیان ایسے شدید اختلافات ختم ہو جانے چاہئیں جو اصولی اور بنیادی نوعیت اختیار کر گئے ہیں ———— ایسی صورت میں میری دلی خواہش یہ ہے کہ دیوبندی بریلوی ہر دو مسلک کے چند ایسے ممتاز علماء جانبین کی طرف سے منتخب کئے جائیں جو اپنے اپنے گروہ کے مسلمہ نمائندے ہوں اور ان اختلاف میں ان کا فیصلہ

---

[1] کاظمی صاحب اس وقت تک متشدد بریلوی نہ تھے جبھی تو دیوبندی حضرات کو مسلمان فرما رہے ہیں رہا حال کا معاملہ، تو کچھ نہ پوچھئے ع بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔

اپنی پوری جماعت کا فیصلہ قرار پائے .... اور وہ فیصلہ دونوں جماعتوں کا
آخری اور حتمی فیصلہ تصور کیا جائے اور پھر اس کے بعد ان عبارات میں کوئی اختلاف
فریقین کے درمیان باقی نہ رہے۔ اس طریقے سے تصفیہ ہو جانے کے بعد فرقہ وارانہ اختلافات
اور مذہبی جھگڑے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے ؟

اس کے بعد کاظمی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں اس تجویز اور اپیل کے ردعمل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

" علماء دیوبند میں سے صرف دو عالم مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مہتمم خیرالمدارس
اور مولانا محمد شفیع صاحب مہتمم قاسم العلوم ملتان کا ایک مشترکہ بیان اخبارات میں
شائع ہوا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم مولانا کاظمی کے بیان کا خیر مقدم کرتے ہیں ....
علماء بریلوی میں سے بعض حضرات نے میری اپیل کا خیر مقدم کیا اور بعض نے اختلاف
کیا جس کا مجھے افسوس ہے ؟

اس کے بعد نقوی صاحب نے سوال کیا کہ " اس ردعمل کے بعد آپ نے کیا کیا " ؟ کاظمی صاحب نے جواباً
فرمایا کہ۔

" میں نے اس کے بعد یہ کیا کہ اپنی اپیل ایک مکتوب کی صورت میں طبع کرا کر تقریباً دو صد
بریلوی علماء کی خدمت میں بھیجی، محض اس لئے کہ پہلے اپنے ہم خیال علماء کو ہموار کر لیا جائے
اس کے بعد دیوبندی مکتب فکر کی طرف رجوع کیا جائے ؟

جن دو صد بریلوی علماء کو یہ تجویز اور اپیل مطبوعہ صورت میں بھیجی گئی تھی ان کے جوابات کے بارے میں کاظمی
صاحب نے فرمایا

" مختلف قسم کے جوابات موصول ہوئے اور اسی وجہ سے میں دیوبندی حضرات سے دوبارہ
کچھ نہ کہہ سکا .... اپنے ہم مسلک علماء کے اختلاف کی وجہ سے
مجھے بے حد مایوسی ہوئی ؟

اس سوال کے جواب میں کہ آپ نے تنہا کیوں نہ یہ کام سر انجام دیا ؟ کاظمی صاحب نے فرمایا۔

وہ میرا بذات خود اس تصفیہ کے لئے پیش ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ اس سے قبل ان عبارات پر سینکڑوں مرتبہ طرفین کے جلیل القدر علماء ذاتی اور انفرادی طور پر گفتگو کر چکے ہیں جس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ میری اپیل کا مقصد یہ تھا کہ یہ تصفیہ جماعتی حیثیت سے دونوں جماعتوں کے درمیان ہو اور اس کے بعد کسی گروہ کو اپنے منتخب اور نامزد نمائندہ علماء کے فیصلہ سے سر مو انحراف کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور یہ بات میرے ذاتی اور انفرادی طور پر گفتگو کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میں نے بذات خود یہ اقدام نہیں کیا۔"

(روزنامہ " رہبر " بہاولپور، ص ۳ - ۱۶ اگست ۱۹۶۳ء)

کاظمی صاحب کی اس تجویز و اپیل کے خلاف بریلوی علماء کا ردعمل جس پر کاظمی صاحب بہت متاسف ہوئے اور علمائے دیوبند کے ساتھ مصالحت و تصفیہ کی بات چیت مزید نہ چلا سکے، ہمارے لئے قطعاً غیر متوقع نہیں ہے۔ کیوں کہ دیوبندی بریلوی اختلافات کے سلسلہ میں گزشتہ پون صدی سے زائد کی تاریخ ہمارے پیش نظر ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ بارہا علمائے دیوبند نے مصالحت و تصفیہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا لیکن احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت نے اسے سختی کے ساتھ جھٹک دیا۔ اور جب بھی علمائے دیوبند نے متنازعہ فیہ عبارات پر بات چیت اور مناظرہ کی کوشش فرمائی احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت نے علمائے دیوبند کی اس سعی و کاوش کو سبوتاژ کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اور ہر بار گریز و فرار کے دامن عافیت میں جاکر پناہ حاصل کی۔ جس کی کچھ مختصر سی روداد گزشتہ صفحات میں نظر نواز کی جا چکی ہے اور مکمل تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ اُس مقالہ میں پیش کی جائے گی جو " علمائے دیوبند کے ساتھ مصالحت و تصفیہ سے احمد رضا خان صاحب کا فرار " کے موضوع پر ہم تحریر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

چونکہ علمائے دیوبند کی صداقت و حقانیت دو اور دو چار کی طرح بالکل بدیہی اور آفتاب عالم تاب سے زیادہ واضح اور روشن ہے۔ اس لئے انہیں اپنی صداقت و حقانیت ثابت کرنے اور تمام

بے ہودہ الزامات سے اپنی صفائی اور برأت پیش کرنے کے لئے کسی بھی بڑی سے بڑی عدالت میں پیش ہونے میں کوئی ہچکچاہٹ یا کسی قسم کا تامل نہیں ہے۔ ؏

آں راکہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک

لیکن بریلوی علماء بخوبی جانتے ہیں کہ ہم نے علمائے دیوبند پر جو جو الزامات لگا کر ان کی بلکہ ان تمام مسلمانوں کی تکفیر کی ہے جو انہیں مسلمان سمجھتے ہیں، وہ سب الزامات کھلم کھلا بددیانتی اور خیانت پر مبنی ہیں۔ اس لئے وہ مرعوب اور خوفزدہ ہیں کہ علماء دیوبند پر عائد کردہ اس قسم کے الزامات اگر خدانخواستہ شومیٔ قسمت سے کسی لیبارٹری یا امتحان گاہ میں تجزیہ کے لئے پہنچ گئے تو پھر ہماری ساری بددیانتی اور خیانت طشت ازبام ہو جائے گی۔ اور پھر چھ چھ سطری القابات والے "بزرگوں" کی خود ساختہ رفعت وعظمت کے سارے بت اس طرح پاش پاش ہوں گے کہ پھر تلاش بسیار کے بعد ان کے ذرات کا پتہ چلنا بھی دشوار ہوگا۔ اور مرعوب کن القابات کا لیبل اس طرح اترے گا کہ اصل بھیانک صورت نمودار ہونے پر ان کے غلط پروپیگنڈے کا شکار ہر شخص پکار اٹھے گا کہ

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۞

"اے رب ہمارے ہم کو انہی نے گمراہ کیا سو تو ان کو دے دونا عذاب آگ کا"

ان سارے حالات کے باوجود ہم پھر بھی اللہ رب العزت کی بارگاہ سے ناامید نہیں ہیں۔ اس لئے ہم نے یہ "فیصلہ کن تجویز" پیش کردی ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ ان اختلافات کو ختم کرنے کی کوئی بہتر سبیل فراہم کردیں اور ہم سب مسلمان بھائیوں میں کامل اخوت اور بھائی چارہ کی فضا پیدا فرما دیں۔ اور اس طرح ہم سب یکجان ہو کر اسلام کے کھلے دشمنوں، بے دینوں، ملحدوں اور دہریوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو مزید سے مزید سربلند کریں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

بہرحال اگر بریلوی حضرات کو ہماری یہ "فیصلہ کن تجویز" منظور ہو تو پھر ان کی خدمت میں ہماری مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ برصغیر پاک وہند کے بریلوی مکتب فکر کے تمام مدارس کے مہتمم، شیخ الحدیث، مفتی، اور علوم عربیہ کے تمام مدرسین ______ جو تکفیر علمائے دیوبند کے

مسئلہ میں احمد رضا خان صاحب کے ساتھ متفق ہیں۔ اور ان کے علاوہ برصغیر پاک وہند کے کسی بھی علاقہ سے تعلق رکھنے والے مشہور بریلوی حضرات خواہ ان کا تعلق سیاست سے ہو یا صحافت سے یا زندگی کے کسی دوسرے شعبہ سے، سب متفقہ طور پر اپنے اپنے دستخطوں کیساتھ جامعیّۃ مطلع پر "فیصلہ کن مناظرہ" کی منظوری دیں۔ اور پھر اپنے فرقہ کی طرف سے چیدہ چیدہ جید علماء کرام اور مناظرین کے ایک نمائندہ بورڈ کی متفقہ طور پر منظوری دیں۔ بعد ازاں ہماری پیش کردہ "فیصلہ کن تجویز" کی منظوری اور نمائندہ بورڈ کی تشکیل کے ناموں سے ہمیں مطلع فرمائیں۔ تاکہ بات آگے بڑھائی جاسکے۔

نوٹ "حفظ الایمان" کی متنازعہ فیہ عبارت سے متعلق رضاخانیوں کے اعتراضات کے جوابات معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱ : بسط البنان ——— : از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح ———

۲ : الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب ——— : شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح ———

۳ : توضیح البیان فی حفظ الایمان ——— : رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری رح ———

۴ : ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان ——— : علامہ ابو الرضا محمد عطاء اللہ قاسمی بہاری رح ———

۵ : نصرت آسمانی بر فرقہ رضاخانی ——— : حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رح مدیر "ماہنامہ النجم" لکھنؤ

۶ : فتح بریلی کا دلکش نظارہ ——— : حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم مدیر "الفرقان" لکھنؤ

۷ : صاعقۂ آسمانی حصہ اوّل ——— : " " " " " "

۸ : فیصلہ کن مناظرہ ——— : " " " " " "

۹ : عبارات اکابر حصہ اوّل ——— : شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ

وغیرہ وغیرہ ، وما علینا الا البلاغ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ الہ واصحابہ وذریاتہ اجمعین

۱۳ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ ، ۲۷ اگست ۱۹۸۰ء

حکیم الامتؒ
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ
کی حیاتِ مبارکہ پر ایک نظر

ولادت باسعادت آپ کے والد "شیخ عبدالحق صاحبؒ" کی اولاد نرینہ زندہ نہیں رہتی تھی۔ آپ کی خوشدامن صاحبہ نے حضرت بھرے لہجہ میں اس کا ذکر ایک مشہور صاحب خدمت مجذوب بزرگ حضرت حافظ غلام مرتضٰی صاحب پانی پتی رحہ سے کیا۔ جس پر حافظ صاحب رحہ نے فرمایا۔

"انشاءاللہ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے ایک کا نام "اشرف علی" رکھنا اور دوسرے کا نام "اکبر علی"۔"

چنانچہ حافظ صاحب کی پیش گوئی کے مطابق تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر، ہندوستان، ۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ؛ ۲۷ اگست ۱۸۶۳ء کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی پیدائش ہوئی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد دوم ص ۹۳، پنجاب یونیورسٹی لاہور)

نام و نسب مجذوب بزرگ کی پیش گوئی کے مطابق "شیخ عبدالحق صاحبؒ" کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے اور انہیں کے ارشاد کے مطابق بڑے صاحب زادے کا نام "اشرف علی"، اور چھوٹے کا نام "اکبر علی" رکھا گیا۔ حضرت اقدس تھانوی رح ددھیالی اجداد کی طرف سے نسباً "فاروقی" تھے۔ اور ننھیالی اجداد کی طرف سے "علوی"۔

تعلیم و تربیت آپ کے والد ماجد ایک مقتدر رئیس اور صاحب جائیداد آدمی تھے۔ میرٹھ کی ایک بڑی ریاست کے مختار عام بھی تھے۔ اور بڑے ہی صاحب فراست

تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے صاحب زادوں کی استعداد و صلاحیت کو بچپن ہی سے بھانپ لیا تھا۔ اور اسی بنا پر حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو دینی تعلیم کی طرف لگا دیا تھا اور آپ کی تعلیم کے دوران والد ماجد کی خصوصی توجہات و عنایات آپ کی طرف مبذول رہیں۔

اساتذۂ کرام

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت کے مشہور و بلند پایہ اور جید علمائے کرام سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہوئی۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں آپ نے یہیں پڑھیں اور حافظ حسین علی صاحب مرحوم دہلوی سے کلام پاک حفظ کیا۔ پھر تھانہ بھون آکر حضرت مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ——) سے عربی کی ابتدائی اور فارسی کی متوسط کتابیں پڑھیں۔ اور اس کی سب انتہائی کتابیں اپنے ماموں واجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں جو فارسی ادب کے کامل استاد تھے۔

پھر آخر ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ ، نومبر ۱۸۷۸ء میں برصغیر کی سب سے بڑی دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور عربی کی بعض کتابیں حضرت مولانا منفعت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) سے پڑھیں۔ منطق و فلسفہ کی اکثر کتابیں اور فقہ و اصولِ فقہ کی بعض کتابیں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) سے۔ اور فقہ اور اصولِ فقہ کی اکثر اور حدیث شریف کی بعض کتب حضرت مولانا ملا محمود صاحبؒ (م ——) سے پڑھیں۔ فن ریاضی اور میراث کی کتابیں حضرت شیخ سید احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ——) سے۔ اور حدیث و تفسیر کی کتابیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) سے پڑھیں۔ قرأت کی مشق مشہور زمانہ قاری محمد عبد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ——) سے فرمائی بمقام مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً۔

فراغت

۱۳۰۰ھ ، ۲ ، ۱۸۸۳ء کے اواخر میں تمام علوم و فنون کی تکمیل فرما کر دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ آپ کی یہ فراغت صرف رسمی فراغت نہ تھی بلکہ آپ کو تمام کتابوں اور سب علوم و فنون میں کامل دستگاہ اور پوری مہارت و بصیرت حاصل تھی۔ چنانچہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ (م ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) جب آخری سالانہ امتحان اور دستار بندی کے لئے دیوبند تشریف لائے تو حضرت شیخ الہند نے اپنے اس ہونہار طالب علم کی ذہانت و ذکاوت کی

بطور خاص مدح فرمائی۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے مشکل مشکل سوال کئے اور جوابات سن کر مسرور ہوئے۔ علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ میں بھی آپ کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ چنانچہ ایک بار تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کہ

" میں سچی بات کیوں نہ کہوں ؟ نہ میں متواضع ہوں نہ متکبر۔ الحمد للہ مجھے منطق میں مہارت حاصل ہے "

دیوبند میں جب کوئی آریہ یا عیسائی مناظر، مناظرہ کے لئے آتا تو آپ اس سے مناظرہ کرنے میں پیش قدمی فرماتے۔ اور براہین و دلائل کی ضرب سے اسے ایسا گھائل کر دیتے کہ اسے دُم دبا کر بھاگنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہتا۔ آپ کی اس نوعمری کی مناظرانہ تقریروں کو دیکھ کر رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

" حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ میں اس قدر کمال ہے کہ بڑے سے بڑا مناظر بھی نہیں ٹھہر سکتا "

اگرچہ بعد میں آپ کو رسمی مناظروں سے نفرت ہوگئی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ

" جتنا شوق مجھے اس زمانہ (طالب علمی) میں مناظرہ کا تھا اب اس کی مضرتوں کی وجہ سے اتنی ہی نفرت ہے "

لیکن علوم نقلیہ وعقلیہ میں تمام تر مہارت و رسوخ کے باوجود تواضع کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت حکیم الامتؒ کو یہ علم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند میں دستار بندی اور تقسیم اسناد کے لئے ایک شاندار جلسہ منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک ہوں گے اور سند فراغت دے کر ہم فارغین دارالعلوم کی دستار بندی کی جائے گی تو آپ اپنے استاد خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا۔

" حضرت ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی ہوگی اور سند فراغت دی جائے گی حالانکہ ہم ہرگز اس کے اہل نہیں، یہ تجویز منسوخ فرمائی جائے ورنہ اس میں مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی ہے "

صاحب بصیرت استاد نے جواباً فرمایا کہ

" تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے ۔ یہاں چونکہ تمہارے استاد موجود ہیں اس لئے ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہئے ۔ باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہو گی ۔ جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گے باقی سارا میدان صاف ہے ۔ "

یہ پیشین گوئی کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی ؟ یہ ہم اور آپ سب کے سامنے ہے ۔

ملازمت دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد صفر ۱۳۰۱ھ ، دسمبر ۱۸۸۳ء میں اپنے والد ماجد اور اساتذہ کی اجازت کے ساتھ کانپور کے "مدرسہ فیض عام" میں بمشاہرہ ۲۵/۰ روپے "صدر مدرس" کی حیثیت سے تشریف لے گئے ۔ تین چار ماہ کے قلیل عرصہ کے اندر تمام علماء و مدرسین میں آپ کے علم و فضل کا شہرہ ہو گیا ۔ دوسری طرف آپ کے مواعظ حسنہ اور تقاریر عامہ نے سارے کانپور کو حضرت اقدس کا فریفتہ بنا دیا ۔ حضرت حکیم الامت رح کی شہرت و مقبولیت سے اہل مدرسہ نے فائدہ اٹھانا چاہا ۔ اور حضرت رح سے خواہش ظاہر کی کہ اپنے وعظوں اور تقریروں میں مدرسہ کے لئے چندہ کی اپیل بھی کر دیا کریں ۔ حضرت حکیم الامت رح چونکہ اس طرح چندہ مانگنے کو ناجائز اور غیرت دینی کے خلاف سمجھتے تھے ۔ نیز فرماتے تھے کہ اس طرح وعظ کر کے چندہ کی اپیل کر دینے سے وعظ کا سارا اثر ختم ہو جاتا ہے ۔ اس لئے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس رح اہل مدرسہ کی اس خواہش کی تکمیل کسی طرح نہ کر سکتے تھے اور نہ کی ۔ جس پر اہل مدرسہ میں حضرت اقدس رح کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں ۔ آپ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے استعفا دے دیا ۔ اہل کانپور کو جب اس کا علم ہوا تو انہیں اس کا شدید صدمہ پہنچا اور انہوں نے حضرت رح کی تنخواہ کا بندوبست کر کے محلہ ٹپکاپور کی " جامع مسجد " میں آپ کو درس و تدریس کے لئے بٹھا دیا ۔ اس طرح آپ کے مبارک ہاتھوں سے وہاں ایک نئے مدرسہ کی بنیاد پڑ گئی ۔ جس کا نام خود حضرت حکیم الامت رح نے " جامع مسجد " کی مناسبت سے " جامع العلوم " رکھا جو آج تک بفضلہ تعالیٰ قائم ہے ۔

حضرت حکیم الامت کے اصولِ تعلیم

۱ : استاد کو محنت سے مطالعہ کر کے شاگرد کے سامنے سبق کو سہل ترین صورت میں پیش کرنا چاہئے۔

۲ : مشکل اور پیچیدہ مقام کو پہلے سہل ترین انداز میں شاگرد کو سمجھایا جائے۔ بعد ازاں اس مقام کا تعارف شاگرد سے کرایا جائے۔ اور اگر پہلے ہی یہ بتا دیا کہ یہ مقام اس کتاب کے مشکل ترین مقامات میں سے ہے تو طالب علم نفسیاتی طور پر اس سے مرعوب ہو جائے گا اور پھر سمجھنے میں دقت ہوگی۔

۳ : طلباء کے سامنے محض اظہارِ قابلیت کی خاطر زائد از ضرورت تقریر کرنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔

۴ : ہفتہ واری تقریروں اور مناظروں سے بھی حضرت رہ کو شدید اختلاف تھا۔ فرماتے تھے کہ اس کی وجہ سے طلباء کی توجہ ہفتہ بھر ایک ہی موضوع تقریر و مناظرہ کی طرف لگی رہتی ہے اور اصل سبق میں اس سے شدید حرج واقع ہوتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ جب کتابیں اچھی طرح پڑھلی جائیں تو پھر تقریر و مناظرہ سب کچھ آجاتا ہے۔

۵ : فرماتے تھے کہ اگر طلباء تین باتوں کا التزام کرلیں تو علمی استعداد پیدا ہوجاتی ہے۔

ا : آئندہ سبق کا مطالعہ ضرور کریں۔ اور مطالعہ میں کتاب کا حل کرنا ضروری نہیں بلکہ معلومات اور مجہولات میں تمیز پیدا ہو جانی چاہئے۔

ب : استاد سے پڑھتے وقت بلا سمجھے ہوئے آگے نہ بڑھیں۔

ج : جب سمجھ جائیں تو بعد میں ایک بار خود اسی مطلب کی تقریر کرلیں۔

فرماتے تھے کہ استعداد پیدا کرنے کے لئے یہ تین چیزیں تو واجب ہیں اور ایک چیز درجۂ استحباب میں ہے اور وہ یہ کہ روزانہ پچھلے پڑھے ہوئے حصہ میں سے کچھ حصہ کا مطالعہ کر لیا کریں۔

بزرگانِ دین سے عقیدت و محبت

حضرت حکیم الامت رہ کو حضرات بزرگان دین اور اولیاء کرام سے خاص عقیدت و محبت تھی اور فرماتے تھے کہ

" بزرگوں کے ناموں سے بھی روح میں تازگی اور قلب میں نور پیدا ہوتا ہے "

بزرگانِ دین کے ذکرِ خیر کو اس درجہ نافع اور مفید سمجھتے تھے کہ " نزہۃ البساتین " کے نام سے

بزرگوں کی ایک سو حکایات کا مجموعہ شائع کرایا۔ اور بہت وثوق سے فرماتے تھے کہ۔

"بزرگان دین اور اولیاء کرام تمام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں اور ممکن نہیں کہ

ان کے حالات پڑھے جائیں اور قلب میں محبت الٰہی پیدا نہ ہو"

خود اپنے متعلق بارہا فرمایا کہ۔

"نہ کبھی طالب علمی میں میں نے محنت کی، نہ اس طریق (تصوف) میں کبھی مجاہدات وریاضات

کئے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے سب اپنے حضرات اساتذہ و مشائخ کی دعا و توجہ

اور میری طرف سے غایت درجہ ادب وعقیدت کا ثمرہ ہے"

بالخصوص اس وقت جب حضرت حکیم الامت رہ اپنے شفیق اساتذہ کے کمالات، ان کی علمی تحقیقات

اور باطنی کیفیات کا ذکر فرماتے تو آپ پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی اور دیر تک یہی حال قائم رہتا

اور آپ یہ شعر پڑھتے ؎

أُولٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِم
إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ

بزرگان دین اور اولیاء کرام سے عقیدت ومحبت ہی کا نتیجہ ہے کہ حضرت حکیم الامت رہ اپنے دور کے تقریباً

سب بڑے بڑے بزرگوں سے ملے ہیں اور ان سے دعا اور توجہ اور لطف وعنایت کے ذریعہ استفادہ فرمایا ہے ع

تمتع ز ہر گوشہ یافتم

چنانچہ قاری محمد عبدالرحمن صاحب انصاری محدث پانی پتی رہ سے ملاقات کے سلسلہ میں قاری عبدالحلیم

صاحب انصاری رہ رقمطراز ہیں۔

"جب مولانا تھانوی مدرسہ جامع العلوم کانپور کے صدر مدرس تھے تو مولانا کو اطلاع

ہوئی کہ حضرت (قاری عبدالرحمن صاحب رہ) گاڑی تبدیل کریں گے۔ مولانا (تھانوی)

یہ خبر پاتے ہی اسٹیشن پر پہنچے اور چہل حدیث شاہ ولی اللہ رہ حضرت کو سنا کر آپ سے سند

حاصل کی" (تذکرہ رحمانیہ ص ۷۸، ۹)

اسی طرح دوبار آپ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہے اور دوسری حاضری میں حضرت رہ سے حدیث کی دعاؤں کی مشہور کتاب "حصن حصین" بھی سبقاً سبقاً پڑھی۔ نیز حضرت حکیم الامت رہ نے بوقت رخصت عرض کیا کہ

"حضرت! تبرکاً حدیث شریف کی بھی اجازت دے دیجئے"

حضرت گنج مراد آبادی رہ نے جواباً ارشاد فرمایا "ہاں جی اجازت ہے" نیز یہ بھی فرمایا کہ

"ابھی آیا کرو اور کبھی کبھی کچھ سنا جایا کرو"

حضرت تھانوی رہ نے جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رہ کی خدمت میں جانے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت حضرت گنج مراد آبادی رہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ

"دعا کیجئے کہ جس مقصد کے لئے جاتا ہوں اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی عطا فرمادے"

تو حضرت رہ نے اسی عریضہ کے ایک گوشہ پر یہ عبارت تحریر فرمادی :

"از فضل رحمٰن ۔ سلام علیکم ۔ دعائے خیر نمودم"

نیز اسی دوسری دفعہ کی حاضری میں حضرت مولانا گنج مراد آبادی رہ نے حضرت حکیم الامت رہ کو خلوت اور تنہائی کا وقت دے کر اس میں مختلف قسم کی باتیں فرمائیں۔ اسی دوران ایک اور شخص اندر چلا آیا تو آپ نے اس کو بہت ڈانٹا اور ناراض ہو کر فرمایا کہ

"بڑے بے تمیز ہو منہ اٹھائے چلے آرہے ہو۔ یہ نہیں دیکھتے کہ موقع ہے یا نہیں؟ یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی خاص بات کر رہا ہے" (از نیل المرادفی السفر الی گنج مراد آباد)

بخوف طوالت انہی دو واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے مزید واقعات اور تفصیلات کیلئے "اشرف السوانح" کے باب دوازدہم کا مطالعہ کرنا چاہیئے جس کا موضوع ہی "لقائے بزرگان و دعائے بزرگان" ہے۔

مزارات پر حاضری حضرت حکیم الامت رہ کی بزرگوں کے ساتھ حد درجہ عقیدت و محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے بہت سے اکابر اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دی۔ چنانچہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی رہ کے مزار مبارک پر

تشریف لے گئے اور وہاں سے واپسی پر ریاست پٹیالہ میں ان مقامات کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے جہاں بربنا بر کشف بعض انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات ہیں۔

نیز جب علاج کی خاطر آپ نے لاہور کا سفر فرمایا تو سیدعلی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے اور فاتحہ سے فراغت کے بعد فرمایا کہ

" حضرت داتا گنج بخش بہت بڑی شخصیت ہیں۔ عجب رعب ہے وفات کے بعد بھی سلطنت کر رہے ہیں "

نیز قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند رقمطراز ہیں۔

" حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وفات سے تقریباً دو سال قبل دانت درست کرانے کے لئے لاہور تشریف لے گئے تو واپسی سے ایک دن قبل لاہور کے قبرستانوں کی زیارت کے لئے بھی نکلے۔ سلاطین کی قبروں پر بھی گئے اور مساکین کی قبریں بھی دیکھیں۔ فاتحہ پڑھی ایصال ثواب کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچ کر دیر تک مراقب رہے۔ وصل صاحب مرحوم بلگرامی ساتھ تھے اور انہوں نے ہی یہ واقعہ مجھ سے تھانہ بھون میں بیان فرمایا تھا کہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے لوٹتے ہوئے حضرت (تھانوی مرحوم) نے فرمایا کہ

" یہ تو کوئی بہت بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ہزار ہا ملائکہ (فرشتوں) کو ان کے سامنے صف بستہ دیکھا "

اور یہ بھی فرمایا کہ۔

" سلاطین کے مزاروں پر پہنچا تو انہیں مساکین کی صورت میں دیکھا کہ جیسے ان کا کوئی پرسان حال نہ ہو، اور مساکین کو سلاطین کی صورت میں پایا "

(عالم برزخ کے احوال و مقامات ص ۱۴)

نیز آپ نے اسی سفر میں حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر بھی حاضری دی۔

بیعت و سلوک

چونکہ حضرت حکیم الامت رح کی پیدائش ایک مشہور اور صاحب خدمت مجذوب کی دعاؤں کا نتیجہ تھی۔ اس لئے پیدائشی طور پر آپ میں عشق الٰہی کی حرارت شعلہ زن تھی۔

ایک بار قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کسی ضرورت سے دیوبند تشریف لائے تو حضرت حکیم الامت رح ایک ہی نظر میں گھائل ہو گئے۔ اشتیاق سے مصافحہ کے لئے آگے بڑھے، شوق نے بے قابو کر دیا تھا، بے اختیار پاؤں پھسل گیا حضرت گنگوہی رح نے تھام لیا۔ حضرت حکیم الامت رح اس وقت تک بیعت اور اس کی حقیقت سے ناآشنا تھے مگر کشش اس بلا کی ہوئی کہ بیعت کی درخواست کر ہی دی حضرت گنگوہی رح نے دوران تعلیم میں اس کو مناسب نہ سمجھا اور انکار فرما دیا۔ لیکن حضرت حکیم الامت رح کے قلب میں یہ خیال بصورت حسرت برابر پرورش پاتا رہا۔ اور جب ۱۲۹۹ھ میں حضرت گنگوہی رح عازم حج ہوئے تو خود ہی انہیں کے ذریعہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا کہ۔

"آپ مولانا سے فرما دیں کہ مجھ کو بیعت کر لیں"

لیکن جواب میں حضرت حاجی صاحب رح نے خود ہی غائبانہ طور پر بیعت فرما لیا۔ اس وقت حضرت حکیم الامت رح کی عمر ۱۹ سال تھی۔

گو آپ کی بیعت حضرت حاجی صاحب رح سے ہو گئی تھی مگر چونکہ اولاً آپ نے حضرت گنگوہی رح سے بیعت کی درخواست کی تھی اس لئے تا زیست ان کے ساتھ اپنے شیخ جیسا سلوک فرماتے رہے اور علمی و دینی مشکلات میں آپ ہی کی طرف رجوع فرماتے رہے۔ حضرت گنگوہی رح سے آپ کو انتہائی عقیدت و محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ۔

"میں نے ایسا جامع ظاہر و باطن بزرگ کوئی نہیں دیکھا۔ اور لوگوں کے ساتھ تو میری عقیدت استدلالی ہے اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح کے ساتھ غیر استدلالی۔ دلائل سوچنا بھی خلاف ادب سا معلوم ہوتا ہے"

حضرت حاجی صاحب رہ نے بیعت فرمالینے کے بعد آپ کے والد ماجد کو کہلا بھیجا کہ

" تم حج کو آؤ ۔ اور جب آؤ تو اپنے بڑے لڑکے کو لیتے آؤ "

شوال ۱۳۰۱ھ میں جب کہ حضرت حکیم الامت رہ کانپور کے اندر اشاعت علوم میں مصروف تھے ، سفرِ حج کے سامان پیدا ہو گئے ۔ حضرت والا اپنے والد ماجد کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے ۔ مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت حاجی صاحب سے دست بدست بیعت سے مشرف ہوئے ۔ حج سے فراغت کے بعد حضرت حاجی صاحب رہ نے فرمایا کہ ۔ " تم میرے پاس چھ مہینے رہ جاؤ "

لیکن حضرت والا کے والد ماجد نے مفارقت گوارا نہ کی اس لئے حضرت حاجی صاحب رہ نے پھر فرمایا کہ

" والد کی اطاعت مقدم ہے ۔ اس وقت چلے جاؤ ، پھر دیکھا جائے گا "

حضرت حکیم الامت رہ وطن واپس پہنچ کر مصروف درس و تدریس اور مشغول تقریر و تحریر ہو گئے ۔ ۱۳۱۰ھ میں دوبارہ حضرت حاجی صاحب رہ کی خدمت میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے تقریباً چھ ماہ قیام فرمایا ۔ اس چھ ماہ کے قلیل عرصہ ہی میں حضرت حاجی صاحب رہ نے آپ کو اخذ بیعت کی اجازت عطا فرمائی اور اپنا خلیفۂ خاص بنا کر منصب ارشاد و تلقین پر متمکن فرمایا ۔ اس کے بعد واپسی کی اجازت چاہی ۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے بکمال شفقت آپ کو ہندوستان واپس جانے کی اجازت دی اور ساتھ ہی دو وصیتیں فرمائی ۔

۱ ۔ " دیکھو میاں اشرف علی ہندوستان پہنچ کر تم کو ایک حالت پیش آئے گی عجلت مت کرنا ۔"

۲ ۔ " کبھی " کانپور " کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا توکل بخدا ۔ تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا "

ان وصیتوں اور باطنی دولت کو لے کر حضرت حکیم الامت رہ ۱۳۱۱ھ میں وطن واپس لوٹے ۔

مستقل قیام تھانہ بھون

حضرت حکیم الامت رہ " مکہ معظمہ " سے ہندوستان واپس آکر پھر مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مصروف درس و تدریس ہو گئے ۔

اس دوران ذکر و شغل بھی مسلسل جاری رہا جس کا یہ اثر ہوا کہ آپ کو تعلقات سے وحشت پیدا ہونا شروع ہوئی ۔ اور دن بدن اس میں ترقی ہوتی چلی گئی ۔ یہاں تک کہ کانپور جیسے محبوب مقام اور اپنے قائم کردہ مدرسہ

اور درس و تدریس سے بھی دل برداشتہ ہوگئے اور حضرت شیخ رح کی یہ نصیحت یاد آئی کہ

"کبھی کانپور" کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا، توکل بخدا "تھانہ بھون" جاکر بیٹھ جانا "

اس لئے ۱۳۱۴ھ کے ختم پر ٹھان لی کہ "خانقاہ امدادیہ" تھانہ بھون کو جو کسی وقت " دوکان معرفت " کہلاتی تھی اپنا مستقل مسکن بنایا جائے۔

لیکن کانپور کے فریفتہ و گرویدہ لوگوں سے کس طرح اجازت حاصل کی جائے۔ اس کے لئے آپ نے خدا داد فراست سے کام لیا۔ اتفاقاً ان دنوں مدرسہ کی مالی حالت خراب تھی۔ اس لئے اس بہانہ پہلے تو آپ تنخواہ لینے سے دستبردار ہو گئے، بعد ازاں اپنی جگہ مولوی اسحاق صاحب بردوانی کو مدرس اول بنادیا اور خود برائے نام سرپرستی قبول فرمائی۔ اس طرح حسن تدبیر سے مدرسہ کو ہر قسم کے حرج اور نقصان سے بچاتے ہوئے اہل کانپور سے کچھ روز آرام کرنے کا عذر پیش کرکے آخر صفر ۱۳۱۵ھ میں کانپور سے تھانہ بھون تشریف لے گئے یہاں پہنچ کر حضرت حاجی صاحب رح کو اپنے عزم و ارادہ سے مطلع فرمایا۔ تو حضرت حاجی صاحب رح نے جواباً تحریر فرمایا کہ۔

" بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے۔ امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیرہ کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا۔ اور آپ ہمارے مدرسہ و مسجد کو از سر نو آباد کریں گے۔ میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور خیال رہتا ہے " (۱۲۔ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ)

ادھر مدرسہ کانپور کے حالات وقتاً فوقتاً دریافت فرماتے رہے اور ہدایات دیتے رہے تاکہ اہل کانپور کو ترک تعلق کا گمان نہ ہو۔ مگر جب دیکھا کہ مدرسہ کی مشین ٹھیک نہج پر چل رہی ہے اور اظہار عزم سے اس میں خلل کا اندیشہ نہیں تو اہل کانپور کے سامنے آپ نے تھانہ بھون میں مستقل قیام کے عزم کا اظہار فرمادیا۔ اور پھر تادم واپسیں آپ نے تھانہ بھون ہی کو اپنا مستقل مسکن بنائے رکھا۔ اور حضرت حاجی صاحب رح کی پیش گوئی کے مطابق حضرت حکیم الامت رح کی تحریر و تقریر اور زبان و قلم سے "خلائق کثیرہ کو فائدہ ظاہری و باطنی" پہنچا۔ آپ کی طرف خلق خدا کا رجوع اس کثرت سے ہوا جس کا حد و شمار نہیں۔ آپکے پاس اس کثرت سے لوگوں کی آمد و رفت ہوئی کہ حکومت وقت

کو تھانہ بھون میں ریل گاڑیوں کے لئے ایک اسٹیشن تعمیر کرنا پڑا۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

تصانیف و آثار علمیہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت رح کی تصانیف و آثار علمیہ کے بارے میں حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی رح (م ۱۳۷۳ھ : ۱۹۵۳ء) رقمطراز ہیں۔

"حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و دینی فیوض و برکات اس قدر مختلف الانواع ہیں کہ ان کا احاطہ ایک مختصر سے مضمون میں نہیں ہو سکتا، اور یہی ان کی جامعیت ہے جو ان کے اوصاف و محامد میں سب سے اول نظر آتی ہے۔

وہ قرآن پاک کے مترجم ہیں، مجود ہیں، مفسر ہیں ــــ اس کے علوم و حکم کے شارح ہیں ــــ اس کے شکوک و شبہات کے جواب دینے والے ہیں ــــ وہ محدث ہیں احادیث کے اسرار و نکات کے ظاہر کرنے والے ہیں ــــ وہ فقیہ ہیں ہزاروں فقہی مسائل کے جوابات لکھے ہیں ــــ نئے سوالوں کو حل کیا ہے ــــ نئی چیزوں کے متعلق نہائی احتیاطوں کے ساتھ فتوے دیئے ہیں ــــ وہ خطیب تھے، خطب ماثورہ کو یکجا کیا ہے ــــ وہ واعظ تھے، ان کے سینکڑوں وعظ چھپ کر عام ہو چکے ہیں ــــ وہ صوفی تھے تصوف کے اسرار و غوامض کو فاش کیا ہے ــــ شریعت و طریقت کی ایک مدت کی جنگ کا خاتمہ کر کے دونوں کو ایک دوسرے سے ہم آغوش کیا ہے ــــ ان کی مجلسوں میں علم و معرفت اور دین و حکمت کے موتی بکھیرے جاتے تھے، اور یہ موتی جن گنجینوں میں محفوظ ہیں وہ ملفوظات ہیں، جن کی تعداد بیسیوں تک پہنچی ہے ــــ وہ ایک مرشد کامل تھے، ہزاروں مسترشد و مستفید ان کے سامنے اپنے احوال و واردات پیش کرتے تھے اور وہ ان کے تسکین بخش جوابات دیتے تھے اور ہدایات بتاتے تھے جن کا مجموعہ "تربیۃ السالک" ہے ــــ انھوں نے بزرگوں کے احوال و کمالات کو یکجا کیا اور اس ذخیرہ سے سب کو آشنا

کیا، ان کی متعدد کتابیں اس مضمون پر ہیں ــــــ انھوں نے حضرات چشت کے احوال و اقوال میں سے بظاہر اعتراض کے قابل باتوں کی حقیقت ظاہر کی اور ان کی تاویلات کیں ــــ ان کی کتابوں کے خلاصے، اقتباسات اور تسہیلات ان سے الگ ہیں جن کی ترتیب ان کے مسترشدین نے کی ہے ــــ وہ مصلح امت تھے، امت کے سینکڑوں معائب کی اصلاح کی، رسوم و بدعات کی تردید، اصلاح رسوم، اور انقلاب حال پر متعدد تصانیف کیں ــــ وہ حکیم امت تھے، مسلمانوں کے علاج اور نشاۃ واحیاء پر "حیوٰۃ المسلمین" وغیرہ رسائل تالیف فرمائے۔

غرض ان کی زندگی میں مسلمانوں کی کم کوئی ایسی مذہبی ضرورت ہوگی جس کا مداوا، اس حکیم الامت نے اپنی زبان اور قلم سے نہیں فرمایا اور جس کی وسعت کا اندازہ تحقیق اور مطالعہ کے بعد ہی نظر میں آسکتا ہے ــــ ان کی تصنیفات ہندوستان کے پورے طول وعرض میں پھیلیں اور ہزاروں مسلمانوں کی صلاح و فلاح کا باعث ہوئیں ــــ اردو اور عربی کے علاوہ مسلمانوں نے اپنے ذوق سے ان کی متعدد تصانیف کا ترجمہ غیر زبانوں میں بھی کیا۔ چنانچہ ان کی متعدد کتابوں کے ترجمے انگریزی، بنگالی، گجراتی اور سندھی میں شائع ہوئے ــــ ان کی تصانیف کی تعداد جن میں چھوٹے بڑے رسائل اور ضخیم تصانیف سب داخل ہیں آٹھ سو کے قریب ہے[1]۔ ۱۳۵۴ھ میں ان کے ایک خادم مولوی عبدالحق صاحب فتحپوری نے ان کی تصانیف کی ایک فہرست شائع کی تھی جو بڑی تقطیع کے پورے ۹۶ صفحوں کو محیط ہے اس کے بعد نو برسوں میں جو رسائل یا تصانیف ترتیب پائیں وہ ان کے علاوہ ہیں ــــ کہا جاتا ہے کہ ہر صدی کا مجدد اپنی صدی کے کمالات کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے، اگر یہ سچ ہے تو یہ صدی جو مطبوعات و منشورات کے کمالات سے مملو ہے، اور جس کا اہم کارنامہ خواہ حق کے

---

[1] ایک اندازہ کے مطابق کل تصنیفات کی تعداد تیرہ سو (۱۳۰۰) سے متجاوز ہے: عبادات اکابر حصہ اول ص ۱۸۵)

اثبات واظہار میں ہو یا باطل کی نشر و اشاعت میں، پریس اور مطبع ہی کے برکات ہیں۔ زبان وقلم اس صدی کے مبلغ ہیں اور رسائل و منشورات دعوت کے صحیفے ہیں۔ اس بنا پر مناسب تھا کہ اس صدی کے مجدد کی کرامات بھی انہیں کمالات میں جلوہ گر ہوں۔

علماء اسلام میں ایسے بزرگوں کی کمی نہیں جن کی تصانیف کے اوراق ان کی زندگی کے ایام پر بانٹ دیئے جائیں تو اوراق کی تعداد زندگی کے ایام پر فوقیت لے جائے۔ امام ابن جریر طبریؒ، حافظ خطیب بغدادیؒ، امام رازیؒ، حافظ ابن جوزیؒ، حافظ سیوطیؒ وغیرہ متعدد نام اس سلسلہ میں لئے جا سکتے ہیں، ہندوستان میں اس سلسلہ کا اخیری نام مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کا ہے۔"

چند مشہور تصانیف

۱: تفسیر بیان القرآن: یہ تفسیر بارہ جلدوں میں ہے۔ تفسیر میں روایات صحیحہ اور اقوال سلف صالحین کا التزام کیا گیا ہے۔ فقہی اور کلامی مسائل کی توضیح کی گئی ہے۔ شکوک و شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے اور دیگر بہت سی اہم خصوصیات کی حامل ہے جن کا اندازہ اہل علم مطالعہ کے بعد ہی لگا سکتے ہیں۔

۲: سبق الغایات فی نسق الآیات: اس میں قرآن پاک کی آیات و سور کے درمیان ربط بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔

۳: التقصیر فی التفسیر: اس میں تفسیر، تاویل اور تحریف کی حقیقت کو خوب اچھی طرح اجاگر کیا گیا ہے۔

۴: اعمال قرآنی و خواص فرقانی: اس میں آیات قرآنیہ کے خواص بیان کئے گئے ہیں تاکہ لوگ غیر شرعی اور ناجائز تعویذ گنڈوں اور سفلی عملیات سے بچ کر صحیح اور جائز عملیات کی طرف رجوع کریں۔

۵: التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: اس میں ان احادیث کی تحقیق ہے جو صوفیاء کرام کی کتابوں اور ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ حدیث اصول حدیث کی رو سے کس درجہ کی ہے اور حدیث کی کس کتاب میں ہے۔

۶ : حقیقۃ الطریقہ : اس کتاب میں تین سو تیس احادیث سے سلوک و تصوف کے مسائل کو مستنبط کیا گیا ہے
دس ابواب پر منقسم ہے۔

۷ : امداد الفتاوی : یہ حضرت حکیم الامتؒ کے فتاوی کا مجموعہ ہے جو تکملہ تسمیت سات ضخیم جلدوں میں
شائع ہوا ہے۔

۸ : بہشتی زیور : یہ دس جلدوں میں ہے۔ اگرچہ یہ کتاب عورتوں کی ضروریات کے لئے لکھی گئی ہے مگر اس
میں اسلامی معلومات کا مکمل ذخیرہ ہے اور پیدائش سے لیکر موت تک پیش آنیوالے تمام مسائل اس میں
درج ہیں۔ اور مردوں کو پیش آنے والے مسائل کے لئے اس کا گیارہواں حصہ بنام بہشتی گوہر تالیف
فرمایا۔ اب تک اس کے سینکڑوں ایڈیشن پاک و ہند میں شائع ہو چکے ہیں اور انگریزی ترجمہ بھی۔

علالت و رحلت

وفات سے تقریباً پانچ برس پہلے علالت شروع ہوئی جو بتدریج بڑھتی گئی
اتباع سنت میں علاج بدستور جاری رہا لیکن ع
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی صاحبؒ آپ کی علالت و رحلت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔
"محفل دوشیں کا وہ چراغ سحر جو کئی سال سے ضعف و مرض کے جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل
جاتا تھا بالآخر ۸۲ سال ۳ ماہ ۱۰ روز جل کر ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ کی شب کو ہمیشہ کیلئے
بجھ گیا" ؎

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

یعنی حکیم امت، مجدد طریقت، شیخ الکل حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے
مرض ضعف و اسہال میں کئی ماہ علیل رہ کر ۱۹، اور ۲۰ جولائی کی درمیانی شب کو ۱۰ بجے

۱؎ ۱۶ و ۱۷ رجب ۶۲ ۱۳ھ ؛ ۱۹ و ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کی درمیانی شب۔ ۱۰۔

نمازِ عشاء کے وقت اس دارِ فانی کو «الوداع» کہا۔ اور اپنے لاکھوں معتقدوں اور مریدوں اور مستفیدوں کو غمگین و مہجور چھوڑا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب اس دور کا بالکلیہ خاتمہ ہو گیا جو حضرت شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر کی رح، مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رح۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح۔ مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی رح کی یادگار تھا ــــــ اور اس دور کا وہ آخری فوجی چل بسا جس کی ذات میں حضرات چشت رح اور حضرت مجدد الف ثانی رح اور حضرت سید احمد شہید بریلوی رح کی نسبتیں یک جا تھیں ــــــ جس کا سینہ چشتی ذوق و عشق اور مجددی سکون و جمعیت کا مجمع البحرین تھا ــــــ جس کی زبان شریعت و طریقت کی وحدت کی ترجمان تھی ــــــ جس کے قلم نے فقہ و تصوف کو ایک مدت کی ہنگامہ آرائی کے بعد باہم ہم آغوش کیا تھا ــــــ اور جس کے فیض نے تقریباً نصف صدی تک اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے اپنی تعلیم و تربیت اور تزکیہ و ہدایت سے ایک عالم کو مستفید بنا رکھا تھا ــــــ اور جس نے اپنی تحریر و تقریر سے حقائقِ ایمانی، دقائقِ فقہی اسرارِ احسانی اور رموزِ حکمتِ ربانی کو برملا فاش کیا تھا ــــــ اور اسی لئے دنیا نے اس کو حکیم الامت کہہ کر پکارا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس اشرفِ زمانہ کے لئے یہ خطاب عینِ حقیقت تھا۔ (ماہنامہ «معارف» اعظم گڑھ، اگست ۱۹۴۳ء)

بہر حال حضرت حکیم الامت مجدد الملت رح کی وفات حسرت آیات ملت اسلامیہ کا بہت بڑا نقصان ہے جس کی تلافی بظاہر اسباب ناممکن ہے ؎

وَمَا كَانَ قَيْسٌ هُلْكُهُ هُلْكَ وَاحِدٍ
وَلٰكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

«یعنی قیس کا مرنا صرف ایک شخص کا مرنا نہیں بلکہ ایک قوم کی بنیاد تھی جو منہدم ہو گئی»

تدفین

اس جانکاہ حادثہ کی اطلاع ہوا کی طرح پھیلی اور برق بن کر عشاق کے قلوب پر گری ــــــ اور لاکھوں عقیدت مند و شیدائی صبح ہوتے ہی تھانہ بھون پہنچنا شروع ہو گئے

دہلی اور دوسرے بڑے بڑے شہروں سے اسپیشل ٹرینیں ہزارہا سوگواروں کو لے کر آئیں۔ لاکھوں سوگوار عقیدت مندوں کے کاندھوں پر حضرت حکیم الامت مجدد الملت ؒ کا مبارک جنازہ اٹھا ع

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور پھر آپ ہی کے وقف کردہ تکیہ میں جس کا تاریخی نام "قبرستان عشق بازاں" تھا۔ آپ کے جسم مبارک کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً وَأَفَاضَ عَلَيْهِ شَآبِيْبَ رَحْمَتِهٖ وَرِضْوَانِهٖ۔

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے   آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

چونکہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے اس لئے انہیں معروضات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ باقی رہا تفصیل کا معاملہ تو وہ...... ع کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستاں میری

نوٹ : یہ تمام سوانحی مضمون حضرت مولانا حافظ عبدالرشید صاحب ارشد کی مرتب کردہ کتاب "بیس بڑے مسلمان" سے مقتبس ہے۔ اگر کوئی بات کسی دوسرے ماخذ سے لی گئی ہے تو اس کا حوالہ ساتھ ہی دے دیا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

بریلویوں کے سابق مفتی اعظم پاکستان، جناب ابوالبرکات صاحب کے والد ماجد، دار العلوم حزب الاحناف لاہور کے بانی اور بریلویوں کے "امام المحدثین" جناب مولوی دیدار علی صاحب الوری نے جب مصورِ پاکستان علامہ اقبال مرحوم پر کفر کا فتویٰ لگایا تو اس پر علامہؒ نے درج ذیل چار شعر کہے تھے:

گر فلک در الور انداز د ترا
اے کہ می داری تمیزِ خوب و زشت

گویمت در مصرعۂ برجستہ
آنکہ بر قرطاسِ دل باید نوشت

آدمیت در زمین او مجو
آسماں ایں دانہ در الور نہ کشت

کشت اگر ز آب و ہوا خر رستہ است
زانکہ خاکش را خرے آمد سرشت

(روزگار فقیر جلد دوم ص ۲۳۲)

ترجمہ: اے اچھے اور برے کی تمیز رکھنے والے! اگر آسمان تجھے ریاست "الور" میں ڈال دے تو میں تجھے ایک برجستہ شعر میں نصیحت کرتا ہوں جسے لوحِ قلب پر نقش کر لینا چاہیے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسانیت اس سرزمین میں تلاش نہ کرنا۔ کیونکہ آسمان نے یہ تخم اس سرزمین میں ڈالا ہی نہیں ہے۔ اور اگر ڈالا ہوگا تو اس کی آب و ہوا کی تاثیر سے بجائے انسان پیدا ہونے کے اس سرزمین میں "گدھے" پیدا ہوئے ہیں۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی ترمیم کے مطابق،

مُعنوَن مُحشّٰی اور تسہیل شدہ نسخہ

سجدۂ تعظیمی، غیر کعبۃُ اللہ کے طواف اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

پر اطلاقِ "عالِمِ الغیب" کے بارے میں مُفصّل اور مُدلّل بیان

مُصنّفہ

حکیمُ الاُمّۃ مُجدِّدُ المِلّۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قُدِّسَ سِرُّہٗ

المتوفیٰ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۶-بی، شاداب کالونی: حمید نظامی روڈ، لاہور

حفظ الایمان عن الزیغ والطغیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال کیا فرماتے ہیں حامیان دین وناصران شرع متین اس بارے میں کہ

۱ : زید کہتا ہے کہ

" سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔ تعبدی اور تعظیمی۔ تعبدی اللہ تعالے کے ساتھ مختص ہے، اور تعظیمی کسی کے ساتھ مختص نہیں، لہذا تعظیماً سجدہ قبور جائز ہے"؟

۲ : اور کہتا ہے کہ

" طواف قبور جائز ہے۔ دلیل جواز حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا مقولہ ہے،

" وبعدہٗ ہفت کرۃ طواف کند و دراں تکبیر بخواند وآغاز از راست کند بعدہ طرف پایاں رخسار بنہد۔ انتہٰی "۔ (انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، ص ۱۰، سطر ۱۳، بیان ذکر کشف قبور)

اس سے طواف اور سجدہ اور بوسۂ قبور سب کچھ جائز ہو گیا "

۳ : اور کہتا ہے کہ

" علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ بالذات، اس معنی کر عالم الغیب خدا تعالے کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور بواسطہ، اس معنی کر رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم عالم الغیب تھے "

زید کا یہ استدلال اور عقیدہ وعمل کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

ﭙ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب سوال اوّل

ظاہراً سجدۂ تعظیمی سے مراد سجدۂ تحیۃ ہے

ظاہراً سجدۂ تعظیمی سے مراد سجدۂ تحیۃ ہے۔ اس صورت میں اس تقسیم میں گفتگو نہیں ہے۔ البتہ کلام اس میں ہے کہ سجدۂ تحیۃ غیر اللہ کے لئے جائز ہے یا نہیں۔؟

سو زید مدعیٔ جواز کی اس جواز سے کیا مراد ہے ؟

آیا شرائع سابقہ میں جائز ہونے کا دعوے ہے یا شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ؟

اگر شرائع سابقہ میں جائز ہونے کا دعوے ہے تو اول خود اسی میں کلام ہے۔ اور قصہ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت یوسف علیہ السلام میں جو لفظ سجود آیا ہے اس میں احتمال ہے کہ محض انکسار مراد ہو۔ چنانچہ بہت مفسرین مثل جلال سیوطی رح و جلال محلی رح وغیرہما اس طرف گئے ہیں۔

اور اگر شرائع سابقہ میں اس کا جائز ہونا تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہمارے لئے بھی جائز ہو۔ کیونکہ شرائع سابقہ کے بہت سے احکام منسوخ ہو چکے ہیں۔ جیسا حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن بھائی کا نکاح درست تھا اور اب حرام ہے۔ علی ہذا بہت سے امور اس قسم کے ہیں۔ بلکہ خود ہماری شریعت میں بعض امور اولاً جائز تھے پھر حرام ہوگئے۔ جیسا شراب کا پینا کہ پہلے حلال تھا پھر حرام ہوگیا۔ بہرحال شرائع سابقہ میں جائز ہونے سے ہماری شریعت میں جائز ہونا لازم نہیں۔

اور اگر یہ مراد ہے کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جائز ہے تو اس پر دلیل لانا ضروری ہے، سو تمام قرآن و حدیث میں ایسی دلیل کا پتہ نہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اور اگر کہا جائے کہ شرائع سابقہ میں اس کا جائز ہونا • جب ہماری شریعت میں بیان کیا گیا تو گویا ہماری شریعت

و ر فے ا بو یے ۔ی ا د رشں و خمر د ا (۔ ۔ ۔) آ

نے بھی اس کو قائم رکھا۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ ہماری شریعت میں اس پر انکار نہ کیا گیا ہو، اور اس کو ممنوع قرار نہ دیا ہو۔ ورنہ پھر جوازِ سابق یقیناً منسوخ ہو گا۔ سو اس مسئلہ میں ہماری شریعت میں جو وارد ہوا ہے اس کو نقل کرتا ہوں۔

حرمت سجدہ تحیۃ کا ثبوت حدیث پاک سے

مشکوٰۃ میں ابوداؤد سے نقل کیا ہے۔

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ يُّسْجَدَ لَهٗ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّيْ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ بِاَنْ يُّسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِيْ اَرَاَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاۤءَ اَنْ يَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ۔

مشکوٰۃ شریف، ص ۲۸۲ (باب عشرۃ النساء)

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔

حضرت قیس بن سعدؓ صحابی فرماتے ہیں کہ میں مقام حیرہ میں پہنچا تو ان لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے اپنے دل میں کہا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تو زیادہ تر مستحق سجدے کے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کی بارگاہ) میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں حیرہ میں گیا تھا اور میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ زیادہ تر مستحق ہیں سجدہ کے۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میری قبر پر تمہارا گزر ہو تو کیا اس کو بھی سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں اس کو تو سجدہ نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو یعنی مجھ کو سجدہ نہ کرو اگر میں کسی کو امر کرتا کہ کسی کے سامنے سجدہ کرے تو عورتوں کو امر کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ

(ومابكل واحد من الحقوق) کریں بوجہ اس حق کے جو ان پر اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ فقط۔

ابوداؤد شریف: ج ۱ ص ۲۹۱

(باب فی حق الزوج علی المراۃ)

اب اس حدیث میں ذرا غور فرمائیے کہ صحابی نے جس سجدہ کی اجازت چاہی تھی وہ سجدہ عبادت تھا یا سجدہ تحیۃ تھا؟

اگر سجدہ عبادت کہا جائے تب تو ظاہر ہے کہ وہ شرک ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ صحابی نے شرک کرنے کی اجازت چاہی، سو صحابہؓ کا تو بڑا رتبہ ہے جس کو ذرا بھی عقل اور دین ہو اسکو شرک کے جواز کا احتمال نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ کفر و شرک عقلاً بھی قبیح بالذات ہے اور قبیح بالذات کا قبح منسوخ نہیں ہوسکتا تو صحابی پر کب احتمال ہے کہ انہوں نے اس کو قابل جواز سمجھا ہو۔ جب جواز کے قابل نہیں تو اجازت مانگنا کب ممکن ہے؟ کیوں کہ اجازت تو اسی کی مانگی جاتی ہے جس کے جائز ہونے کا احتمال ہو۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ جس سجدہ کی اجازت چاہی (تھی وہ) تعبدی نہ تھا بلکہ سجدہ تحیۃ تھا۔

سو اب دیکھ لینا چاہئے کہ اس سجدہ تحیۃ کے اجازت کے چاہنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرمائی یا ممانعت فرمائی؟ سو لَا تَفْعَلُوْا صیغہ نہی کا نص ہے باب تحریم میں۔

پس صاف معلوم ہوا کہ یہ سجدہ تحیۃ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اب شرائع سابقہ کی حکایت جواز کیلئے حجت کافی نہ ہوگی۔ یہ گفتگو تو زندہ بزرگ کو سجدہ کرنے کے باب میں تھی جس کا حرام ہونا اس حدیث سے ثابت ہوا ہے۔

قبر کو سجدہ کرنا سخت حرام ہے

اور قبر کے رو برو تو سجدہ کرنا حدیث کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی زیادہ حرام ہے۔ حتی کہ وہی صحابیؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کی اجازت مانگ رہے ہیں، جب آپؐ نے ان سے پوچھا کہ کیا میری قبر کو بھی سجدہ کروگے، تو انہوں نے معاً عرض کیا کہ نہیں قبر کو تو نہ کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو سجدہ کرنا اس قدر مذموم و قبیح ہے کہ اس میں ان کو تردد نہیں ہوا صرف سجدہ بحالت زندگی میں اشتباہ تھا جو رفع کر دیا گیا۔ اس سے واضح

ہو گیا کہ قبر کو سجدہ کرنا زندہ بزرگ کو سجدہ کرنے سے بھی زیادہ مذموم ہے۔ جب حدیث سے زندہ کو سجدہ کرنا ممنوع ٹھہرا تو قبر کو سجدہ کرنا بدرجہ اولیٰ اس سے زیادہ حرام ہوگا۔ اور یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں گفتگو تھی جس میں آپ نہایت قوی حیاتِ برزخیہ کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں، حیاتِ حضرات انبیاء علیہم السلام خود اہل حق کا عقیدہ ہے اور موت ان کی صرف ظاہری اور ضعیف درجہ کی ہے۔ جب اس موتِ ضعیف کے طاری ہونے سے کہ حیات سے زیادہ بُعد نہیں ہوا ان کی قبر کو سجدہ کرنا حرام بلکہ زیادہ حرام تھا جیسا ابھی بیان ہوا۔ سو اوروں پر موتِ قوی طاری ہونے سے کہ حیات سے بہت زیادہ بُعد ہو جاتا ہے، ان کی قبور کو سجدہ کرنا زیادہ سے بھی زیادہ حرام ہوگا۔ یہ تو مسئلہ کا ثبوت تھا حدیث سے جو مدعی اجتہاد و تارکِ تقلید پر بھی حجت ہے۔

حرمتِ سجدۂ تحیۃ کا ثبوت فقہاء کرام کے فتویٰ سے

اور جو شخص ائمہ کا مقلد اپنے کو کہتا ہو اس کے لئے فقہاء کا فتویٰ بھی دلیل ہے۔ اس لئے اس کو بھی نقل کرتا ہوں۔ دُرِّ مختار میں ہے

وكذا ما يفعلونه من تقبيل الارض بين يدى العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضى به أثمان لانه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر ام لا ؟ فان كان على وجه العبادة والتعظيم كفر وان كان على وجه التحية لا وصار أثما مرتكبا للكبيرة -

ترجمہ یہ ہے

کہ اسی طرح جو لوگ زمین بوسی کرتے ہیں علماء اور سرداروں کے سامنے یہ حرام ہے اور کرنے والا اور راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں کیونکہ یہ عبادتِ بت کے مشابہ ہے اور آیا وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں ؟ سو اگر بطریقِ عبادت اور تعظیم ہو تب تو کافر ہو جائے گا، اور اگر بطور تحیۃ وسلام کے ہو تو کافر تو نہ ہوگا اور گنہگار مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوگا۔

(الدر المختار مع رد المحتار، ج ۶ ص ۳۸۳، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء)

جب زمین بوسی کا صرف مشابہتِ عبادت کی وجہ سے حرام کہا تو سجدہ جس میں ہیئتِ عبادت کی زیادہ ہے کیوں کر حرام نہ ہوگا ؟

تعظیم کی بعض صورتیں عبادت کے حکم میں

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس روایت میں عبادت اور تعظیم کا ایک حکم بیان کیا ہے کہ اس طور سے سجدہ کرنا کفر ہے پس زید کی تقسیم میں اگر تعظیم بمعنی تحیۃ نہ لیا جائے جیسا ہم نے اس کی خاطر تاویل کر دی ہے سو سرے سے یہ تقسیم ہی درست نہ ہوگی۔ بلکہ بوجہ اتحاد تعظیم و تعبد کے سجدۂ تعظیم کفر قرار پاوے گا۔

محض نیتِ تحیۃ جواز کیلئے کافی نہیں ہے

اور اگر باوجود دلائل حرمت قائم ہو جانے کے صرف نیت و قصدِ تحیۃ کو موجب جواز کہا جاوے تو چاہئے کہ سب عبادات میں اسی طرح تقسیم کر کے غیر اللہ کے لئے جائز کہہ دیا جائے۔ نماز کی بھی دو قسمیں ہو جاویں گی۔ ایک بطور تعبد، دوسری بطور تحیۃ۔ اوّل کو غیر اللہ کے لئے حرام، ثانی کو جائز کہا جاوے۔ اسی طرح روزہ اور حج اور جمیع عبادات۔ کیونکہ سجدہ اور تمام عبادات اس امر میں متساوی الاقدام ہیں۔ کیا کسی کو یہ جرأت ہوگی کہ نماز روزہ سب کو غیر اللہ کے لئے جائز کہہ دے؟

اگر کسی بزرگ کے قول یا فعل سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہو تو

اور اگر (کسی نیک و صالح انسان) سے ایسا قول یا فعل کہیں منقول ہو تو

اوّلاً: تو تصحیح روایت کی حسبِ ضابطہ روایت کے ضروری ہے۔ کیونکہ بعض باتیں بے اصل مشہور ہو جاتی ہیں۔

ثانیاً: یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل سے شریعت کو بدل دیں بلکہ شریعت کے احکام اپنے حال پر رہیں گے، حسنِ ظن کے مقتضا سے خود ان بزرگ کے قول و فعل میں غلبۂ حال یا خطاءِ اجتہادی کی تاویل کریں گے۔

ثالثاً: عوام الناس تحیۃ و تعبد میں فرق کی تمیز بھی نہیں رکھتے۔ اور مسلّمات میں سے ہے کہ ذریعہ حرام کا حرام ہوتا ہے۔ اس لئے ع

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

فقط، هٰذَا هُوَ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ۔

جوابِ سوالِ دوم

طوافِ غیرِ کعبہ کی حرمت کا ثبوت حدیثِ پاک سے

حدیث شریف میں ہے۔

اَلطَّوَافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلٰوةِ — طواف خانہ کعبہ کا مثل نماز کے ہے۔

رواہ الترمذی والنسائی والدارمی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۶ ، باب دخول مکۃ والطواف فصل ثانی)

اور ظاہر ہے کہ تشبیہ میں مشبہ بہ کا اشہر وصف ملحوظ ہوتا ہے اور اسی کے اعتبار سے تشبیہ ہوا کرتی ہے۔ جیسا اہل علم پر ظاہر ہے۔ اور نماز کا اشہر وصف اس کا عبادت ہونا ہے پس تشبیہ اسی وصف کے اعتبار سے ہوگی۔ پس مدلول حدیث کا یہ ہے کہ جس طرح نماز عبادت ہے اسی طرح طواف بھی عبادت ہے اور عبادت کا غیر اللہ کے لئے حرام بلکہ کفر ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور بہ نسبت زندہ کے مردہ کے ساتھ ایسے معاملات کا زائد تر حرام ہونا اوپر ثابت ہو چکا۔ پس واضح ہوا کہ طوافِ غیرِ بیت اللہ مطلقاً حرام اور طوافِ قبور اور زیادہ حرام ہے۔

طوافِ غیرِ کعبہ کی حرمت کا ثبوت فقہاءِ کرام کے فتوٰی سے

اب فتوٰی علماء کا دیکھئے۔

فی اللطائف الرشیدیۃ عن شرح المناسك لعلی القاری ولا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء۔ (لطائف رشیدیہ ص ۳۲ ، مکتوب نہم)

یعنی طواف نہ کرے روضۂ منورہ کے گرد کیونکہ طواف خصوصیاتِ کعبہ شریف سے ہے پس حرام ہے گرد قبور انبیاء و اولیاء کے۔

اور جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرات انبیاء علیہم السلام کی قبور شریفہ کا طواف ممنوع ہے جن کی حیات برزخیہ بہ نسبت حضرات اولیاء کے قوی تر ہے تو دوسرے اولیاء کی قبور کا طواف تو زیادہ تر ممنوع ہوگا۔ پس اس بنا پر طواف غیر بیت اللہ حرام اور قبور انبیاء کا زیادہ حرام اور قبور اولیاء کا زیادہ سے زیادہ حرام۔ جیسا جواب سوالِ اوّل میں اس کی تقریر مفصل مرقوم ہو چکی ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت کا جواب

طواف کی دو قسمیں

رہ گیا مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رح کا ارشاد، سو اس میں کچھ حجت نہیں، کیوں کہ یہ طواف اصطلاحی نہیں ہے جو تعظیم و تقرب کے لئے کیا جاتا ہے اور جس کی ممانعت نصوص شرعیہ سے ثابت ہے بلکہ طوافِ لغوی ہے۔ یعنی محض اس کے گرد پھرنا واسطے پیدا کرنے مناسبتِ روحی کے صاحبِ قبر کے ساتھ اور لینے فیوض کے بلاقصد تعظیم و تقرب کے۔ اور وہ بھی عوام کے لئے نہیں جن کو فرق مراتب کی تمیز نہیں بلکہ اہلِ نسبت کے لئے جو جامع ہوں درمیان شریعت و طریقت کے۔

طوافِ لغوی کی نظیر حدیثِ پاک میں

اس کی نظیر حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قصہ میں وارد ہوئی ہے۔ جب ان کے والد مقروض ہو کر وفات فرما گئے اور قرض خواہوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو تنگ کیا اور انہوں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ باغ میں تشریف لا کر رعایت کرا دیجئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں رونق افروز ہوئے اور چھوہاروں کے انبار لگوا کر

حدیث کے یہ الفاظ ہیں

طَافَ حَوْلَ أَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ — رَوَاهُ الْبُخَارِي

بڑے انبار کے گرد تین بار پھرے پھر آپ اس ڈھیر پر بیٹھ گئے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۶ و ۵۳۰ : باب فی المعجزات

فصل اوّل)۔

اس میں ایسی برکت ہوئی کہ سب کا قرض ادا ہوگیا اور پھر بھی بہت کچھ بچ گیا۔

غرض اس قصہ کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے گرد پھرنا کوئی طواف اصطلاحی نہ تھا، اس ڈھیر کی تعظیم آپ کو مقصود نہ تھی بلکہ اس میں اثر پہنچانے کے لئے اس کے چاروں طرف پھر گئے۔ اسی طرح کشف القبور کے عمل میں جو طواف کا ذکر کیا ہے وہ بھی تعظیم کے لئے نہیں، جیسا عوام الناس بلکہ بعض خواص کالعوام کرتے ہیں (بلکہ) محض اثر لینے کے لئے اس کے چاروں طرف پھرے۔

پس کجا طوافِ اصطلاحی جس کا دعوٰے جواز زید کرتا ہے۔ اور کجا یہ طوافِ لغوی جو بحث میں پیش کرتا ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ (جیسے کوئی)

۱ : قرآن مجید میں لفظ فَمَا اسْتَمْتَعْتُم سے جس کے معنی لغوی مقصود ہیں متعہ اصطلاحی کو جائز کہنے لگے جیسا کہ اہل زیغ نے کیا ہے۔

۲ : یا قرآن مجید میں غلام کو عبد کہا گیا ہے، محض لفظ کو دیکھ کر اس کے معنی عابد کے لے کر اس کے مالک کو معبود قرار دینے لگے اور شرک کے جواز کا دعوٰے کر بیٹھے۔

حاصل یہ کہ محض اشتراکِ لفظی سے بلا دلیل کسی معنی کا مراد لے لینا اور اس پر اصرار کرنا محض مغالطہ ہے۔

اور بالفرض والتقدیر طوافِ اصطلاحی ہی مراد ہو جو کہ بدلیل شرعی ممنوع ہے تب بھی کچھ حجت نہیں۔

اس لئے کہ اس عبارت میں کہیں جواز کا نام تک بھی نہیں صرف کشفِ قبور کا ایک طریقہ بتلا رہے ہیں کہ اس طرح کشفِ قبور ہو جاتا ہے خواہ وہ طریقہ جائز ہو یا نہ ہو۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ طریق ناجائز سے کشف کب ہو سکتا ہے ؟ سو یہ بات وہی شخص کر سکتا ہے کہ جو شریعت و طریقت ہر دو علم سے ناواقف ہو۔ ورنہ علماء ظاہر و باطن کے مسلّمات سے ہے کہ کشف و خوارق اہل باطل سے بھی حتیٰ کہ کفار سے صادر ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

سئل ابو یزید عن طی الارض فقال لیس بشیٔ فان ابلیس یقطع من المشرق الی المغرب فی لحظة واحدة وماھو عند اللہ بمکان وسئل عن اخراق الھواء فقال ان الطیر یخرق الھواء الخ

ابو یزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت، آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی چیز کمال کی نہیں دیکھو ابلیس مشرق، سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کرجاتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں۔ اور ہوا چیر کر اڑنے کی نسبت پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ پرندہ بھی اڑتا ہے۔

غرض مقصود طریق بتلانا ہے، گو وہ ناجائز ہو۔

اس کی نظیر خود حضرت شاہ صاحب ممدوح کے کلام میں موجود ہے۔ قول الجمیل میں کشف وقائع کے طریق میں تحریر فرماتے ہیں۔

ویضع مصحفا مفتوحًا علی یمینہ ومصحفًا مفتوحًا علی یسارہ ومصحفًا کذالک بین یدیہ ومصحفًا کذالک خلف الخ

یعنی ایک قرآن کھلا ہوا اپنی داہنی طرف رکھے اور ایک بائیں طرف، اور ایک روبرو رکھے، اور ایک پیچھے رکھے۔

تو اب چاہئے کہ قرآن کا پشت کی طرف رکھنا بھی کچھ مضائقہ نہ ہو حالانکہ خود ہی شاہ صاحب اس طریق کا ناپسند اور خلاف ادب ہونا تحریر فرماتے ہیں۔

وفی قلبی منہ شیٔ لما فیہ من اساءۃ الادب بالمصحف۔

یعنی میرے دل میں اس طریق سے خلجان ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی بے ادبی ہے۔

اور باوجود اس طریق کے مذموم ہونے کے پھر بھی اس کی خاصیت کشف وقائع بتلائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی عمل کی کوئی خاصیت بیان کرنا دلیل اس کے جواز کی نہیں۔

اعتراض اگر کہا جاوے کہ بلا انکار نقل کرنا دلیلِ جواز ہے اور مع الانکار دلیل جواز نہیں سو عمل مصحف میں چونکہ نقل کرکے انکار بھی فرمادیا ہے اس لئے اس کو جائز نہ کہا جائے گا ، اور طواف میں بلا انکار نقل فرمایا ہے اس لئے اس کو جائز کہا جاوے گا -

جواب سوجاننا چاہئے کہ اول تو غیر شارع علیہ السلام کا سکوت حجت نہیں علاوہ اس کے یہ کہنا غلط ہے کہ شاہ صاحب رح نے اس پر انکار نہیں فرمایا ، بعض احباب نے رسالہ " تحفۃ الموحدین " تصنیف حضرت شاہ صاحب رح ، بیان اشراک فی العبادات صفحہ ۱۲ سے نقل کیا ہے -

" ارکان حج کہ از اعظم عبادات است اگر بجائے دیگر ادا نماید کفر است صریح باید کہ گرد قبری یا خانہ کہ سوائے کعبہ نگر دند کہ میفرماید وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ "

اعتراض رہا یہ کہ جس جگہ عمل نقل کیا جاوے وہاں ہی انکار ہو -

جواب یہ کوئی ضروری نہیں خود قرآن مجید میں بہت جگہ کفار کے اقوال وعقائد نقل کئے ہیں اور دوسری آیات میں انکار فرمادیا گیا ہے -

سجدۂ قبر اور بوسہ قبر کو جائز قرار دینے کا جواب رہا سجدہ اور بوسہ ، اول تو اس عبارت میں اس کا پتہ نہیں - سجدہ کے معنی ہیں " پیشانی نہادن برزمین " اور بوسہ کے معنی ہیں " لب نہادن برچیزے " اور رخسارہ نہادن کسی کے بھی معنی نہیں -

قطع نظر اس سے تقریر مذکور میں اس کا بھی جواب ہو گیا کہ بیان خاصیت دلیل جواز نہیں فافھم ولا تزل واللہ اعلم -

جواب سوال سوئم

سوال سوئم اور اُس کے جواب کا پس منظر

بقلم حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہٗ

چونکہ سائل کے تیسرے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض مغیبات کے علم عطائی کے باعث " عالم الغیب " کہنا جائز ہے یا نہیں ؟

اس لئے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرت مولانا تھانوی مرحوم کی جوابی بحث اس میں نہیں ہے کہ " حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا یا نہیں ؟ " اور تھا تو کتنا تھا ؟ بلکہ یہاں مولانا مرحوم صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو " عالم الغیب " کہہ نہیں سکتے ۔ اور ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے ۔

کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کے لئے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو ۔

قرآن کریم میں حق تعالے کو ہر چیز کا خالق بتلایا گیا ہے ۔ اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عالم کی ہر چیز صغیر ہو یا کبیر، عظیم ہو یا حقیر سب اسی کی مخلوق ہے ۔ لیکن بایں ہمہ فقہاء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو " خالق القردة والخنازیر " (بندروں اور سوروں کا خالق) کہنا ناجائز ہے ۔

علیٰ ہذا قرآن مجید میں حق تعالے نے زرع (کھیتی) کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے لیکن اس کی ذات پاک پر " زارع " کا اطلاق درست نہیں ۔

اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطایا اور وظائف دیئے جاتے ہیں

اہل عرب ان پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں۔ چنانچہ لغت کی عام کتابوں میں یہ محاورہ لکھا ہوا ہے کہ " رزق الامیر الجند " (امیر نے لشکر کو رزق دیا) لیکن بایں ہمہ بادشاہ کو رازق یا رزاق کہنا درست نہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل مبارکہ کے باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ " آپ خود ہی اپنی نعل مبارک کو ٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دودھ لیا کرتے تھے " الخ لیکن اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو " خاصف النعل " (جفت دوز) اور " حالب الشاۃ " (بکری دوہنے والا) نہیں کہا جاسکتا۔

بہرحال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے " حفظ الایمان " کے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ " حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے " اور آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز عدم جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے " اور ان دونوں میں باہم تلازم بھی نہیں۔

جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب سمجھئے کہ حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت مولانا مرحوم کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق ناجائز ہے اور حضور کو جس طرح خاتم النبیین سیدالمرسلین ، رحمۃ للعالمین وغیرہ وغیرہ القابات سے یاد کرسکتے ہیں۔ اس طرح لفظ " عالم الغیب " سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد نہیں کیا جاسکتا ، اور اس مدعا کی دو دلیلیں مولانا رح نے پیش کی ہیں۔

(منقول از "فیصلہ کن مناظرہ" بتغییر یسیر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق "عالم الغیب" کے ناجائز ہونے کی ۲ دو دلیلیں

پہلی دلیل مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اسی بنا پر

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ — اے پیغمبر تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں "غیب" کی مگر اللہ "

(النمل ۲۷ : ۶۵)

اور

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۔ — اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی "

(الاعراف ۷ : ۱۸۸)

وغیرہ فرمایا گیا ہے ۔ اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا ۔

قرآن مجید میں لفظ " رَاعِنَا " کی ممانعت اور حدیث مسلم میں عَبْدِيْ وَاَمَتِيْ وَرَبِّيْ کہنے سے منع اسی وجہ سے وارد ہے اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہو گا ۔ اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہو گا کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں ۔ بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطلع کہنا بھی درست ہوگا ۔ اور جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا ۔ اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل علاشانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی عالم الغیب بالمعنی الثانی بواسطہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں

پس اپنے ذہن میں معنیٰ ثانی کو حاضر کر کے کوئی کہتا پھرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالےٰ شانہٗ عالم الغیب نہیں نعوذ باللہ منہ تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا گوارا کر سکتا ہے ؟ اس بنا پر تو باؤ فقیروں کی تمام تر بیہودہ صدائیں بھی خلاف شرع نہ ہوں گی ورنہ شرع کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوا جب چاہا بنا لیا جب چاہا مٹا دیا۔

پہلی دلیل کا خلاصہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ " عالم الغیب " کے اطلاق کے ناجائز ہونے پر جو پہلی دلیل حضرت تھانوی مرحوم نے بیان فرمائی ہے اس کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں " عالم الغیب " اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف حق تعالےٰ کی ہے) لہٰذا اگر کسی دوسرے کو " عالم الغیب " کہا جائے گا تو اس عرف عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جائے گا کہ ان کو بھی بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے)۔

پس حق جل مجدہٗ کے سوا کسی اور کو " عالم الغیب " کہنا بغیر کسی ایسے قرینہ کے جس سے معلوم ہو سکے کہ قائل کی مراد علم غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لئے نادرست ہو گا کہ اس سے ایک مشرکانہ خیال کا شبہ ہوتا ہے۔

قرآن و حدیث میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے جن سے اس قسم کی غلط فہمیوں کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ

۱ : قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ " رَاعِنَا " سے خطاب کرنے کی ممانعت۔

۲ : اور حدیث شریف میں اپنے غلاموں اور باندیوں کو عَبْدِی و اَمَتِی کہنے سے ممانعت اسی لئے وارد ہوئی ہے کہ یہ کلمات ایک باطل معنیٰ کی طرف موہم ہو جاتے ہیں اگرچہ خود متکلم کا قصد ایسا نہ ہو۔

یہ ہے حضرت مولانا تھانوی مرحوم کی پہلی دلیل کا خلاصہ ۔

از " فیصلہ کن مناظرہ " مصنفہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ بتغییر یسیر

دوسری دلیل

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق[1] کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ؟

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ، مطلق[2] بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے ۔

پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے ۔ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے ۔ اور اگر (سب کو عالم الغیب کہنے کا) التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے ۔

---

[1] حفظ الایمان میں پہلے یہ فقرہ اس طرح تھا " پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا الخ " حضرت مصنف رہ نے جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ میں راقم سطور محمد منظور نعمانی کے عرض کرنے پر " علم غیب کا حکم کیا جانا " کے بجائے " عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا " کے الفاظ کر دیئے کیونکہ یہاں حکم سے مراد دراصل اطلاق ہی ہے جیسا کہ اس عبارت کے سیاق و سباق سے اور بسط البنان کی توضیح سے ظاہر ہے ۔ اس ترمیم کا اعلان پہلی مرتبہ رجب ۱۳۵۴ھ کے " ماہنامہ الفرقان بریلی " میں ہوا تھا جس کا ذکر ناظرین کرام دیباچہ میں پڑھ چکے ہیں ۔ (محمد منظور نعمانی غفرلہ)

(منقول از حاشیہ " حفظ الایمان " ص ۱۰ - ۱۱ ۔ شائع کردہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند ۔ یوپی ۔ انڈیا ۔)

[2] قولہ ۔ کیا تخصیص ہے ۔ ۔ الیٰ قولہ ۔ ۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے ۔ انتہیٰ ۔ اس مقام میں اصل عبارت او بتی جو رسالہ " تغییر العنوان " کے صفحہ ۱۱۶ سطر ۱۵ میں ہے ۔ من قولہ " کیا تخصیص ہے ۔ ۔ ۔ الیٰ قولہ ۔ ۔ ۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے " اور یہ بدل عبارت کیوجہ بھی اسی رسالہ " تغییر العنوان " کے صفحہ ۱۱۸ سطر ۱ میں ہے ۔ من قولہ لیکن اسلامی دنیا میں ۔ ۔ ۔ الیٰ قولہ ۔ ۔ ۔ درجۂ استحسان ہی میں ہوگی " جس کا حاصل یہ ہے کہ عبارات سابقہ میں گو واقع میں کوئی خلل نہیں مگر بعضے کم فہموں کے فہم میں خلل تھا ان کی رعایت سے بدل دی گئی ۱۲ منہ

اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔

دلائل نقلیہ دلائل نقلیہ بے شمار ہیں۔ خود قرآن مجید میں آپ سے نفی کرنا علم غیب کی آیت وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ۔ اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کرلیتا۔

اور نفی کرنا آپ سے علم تعیین قیامت کی اور بہت سے علوم کی نفی صاف صاف مذکور ہے۔ احادیث میں ہزاروں واقعات آپ کے کتب ورسائل روانہ فرمانے کے مخبروں اور جاسوسوں سے اخبار غائبہ دریافت فرمانے کے مذکور ہیں۔

اعتراض اگر یہ کہا جاوے کہ علوم غیب تو آپ کو سب حاصل ہیں مگر استحضار ان کا آپ کی توجہ پر موقوف ہے چونکہ بعض امور میں توجہ تام نہ فرماتے تھے اس لئے بعض واقعات حاضر نہ ہوتے تھے۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے امور میں آپ کا خاص اہتمام سے توجہ فرمانا بلکہ فکر و پریشانی میں وقوع ہونا اور باوجود اس کے پھر مخفی رہنا ثابت ہے۔ قصۂ افک میں آپ کی تفتیش واستکشاف باَبْلَغْ وجوہ صحاح میں مذکور ہے مگر صرف توجہ سے انکشاف نہیں ہوا بعد ایک ماہ کے وحی کے ذریعہ سے اطمینان ہوا۔

دلیل عقلی دلیل عقلی یہ کہ علوم غیر متناہی ہیں اور امور غیر متناہیہ کا اجتماع محال ہونا ثابت و مقرر ہو چکا ہے۔

دوسری دلیل کا خلاصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ "عالم الغیب" کے اطلاق کے ناجائز ہونے پر جو دوسری دلیل حضرت تھانوی مرحوم نے بیان فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو شقیں کرکے ان میں

سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے اور حاصل مولانا کی اس دوسری دلیل کا صرف یہ ہے کہ۔

جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر " عالم الغیب " کا اطلاق کرتا ہے اور آپ کو " عالم الغیب " کہتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے۔

یہ دوسری شق تو اس لئے باطل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم نہ ہونا، دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے۔ (اور خود مولوی احمد رضا خان صاحب بھی یہی کہتے ہیں جیسا کہ مقدمہ میں باحوالہ عرض کیا جاچکا ہے)۔

اور پہلی شق (یعنی بعض غیب کے علم کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا) اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو " عالم الغیب " کہا جائے۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے۔ کیوں کہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔

پس اس شق کی بنا پر چونکہ سب کو عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً، نقلاً، عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے۔ لہذا ملزوم (یعنی زید کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا) بھی باطل ہوگا۔

یہ ہے مولانا کی دوسری دلیل کا خلاصہ۔ (از فیصلہ کن مناظرہ و بتغییر یسیر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ " علم الغیب " کے اطلاق کے ناجائز ہونے کے سلسلہ میں حضرت تھانوی مرحوم کی ذکر کردہ دو دلیلوں کا بیان مکمل ہوگیا۔ لیکن چونکہ دوسری دلیل کے ذیل میں حضرت تھانوی مرحوم نے یہ فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیبوں کا علم ہونا عقلاً نقلاً ہر طرح سے باطل ہے۔ اس لئے ممکن تھا کہ کسی کے دل میں یہ شبہ

پیدا ہو کہ بعض احادیث میں ایسے الفاظ آتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام چیزوں کا علم کلی حاصل تھا۔
اس شبہ کو رفع کرنے کی خاطر حضرت تھانوی مرحوم نے آئندہ عبارت میں اس شبہ کو ذکر فرما کر اس کا جواب دیا ہے۔

ایک شبہ اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو جیسا مشکوٰۃ میں دارمی کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے۔

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین

(مشکوٰۃ شریف ص ۷۰ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ فصل ثانی) میں ہے)۔
یا مثل اس کے۔

جواب تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہاں عموم واستغراق حقیقی مراد نہیں کیونکہ اس کا استحالہ اوپر دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ عموم واستغراق اضافی مراد ہے۔ یعنی باعتبار بعض علوم کے — کہ وہ علوم ضروریہ متعلقہ بہ نبوت ہیں — عموماً فرمایا گیا۔

پس اس کا مقتضا صرف اس قدر ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو تماماً حاصل ہو گئے تھے۔

الفاظ عموم کا عموم اضافی میں استعمال ہونا محاورات جمیع اَلْسِنَہ (تمام زبانوں) میں بلا نکیر جاری ہے۔ اور خود قرآن مجید میں مذکور۔

بلقیس کی نسبت فرمایا گیا

وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ یعنی اس کے پاس تمام چیزیں تھیں۔

(النمل ۲۷ : ۲۳)

یہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اس زمانہ کی ریل اور تار برقی اور بلب وگیس اور فوٹو وغیرہ ہرگز نہ تھے وہاں

بھی اشیاء ضروریہ لازمہ سلطنت کا عموم مراد ہے ۔ پس ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں ۔
اجوبہ مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ زید کا عقیدہ اور قول سر تا سر غلط اور خلاف نصوص شرعیہ ہے ۔ ہرگز ان
کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں ، زید کو چاہیے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے ۔

ومن اللہ التوفیق والهدایة ۔ ومنه البدایة والیه النهایة (فقط)

کتبہ الاحقر

محمد اشرف علی عفی عنہٗ

۸ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ

بسط البنان

لِکَفِّ اللِّسَان

عَنْ کَاتِبِ حِفْظِ الْاِیْمَان

مُصَنَّفَہ

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۶-بی، شاداب کالونی : حمید نظامی روڈ، لاہور

رسالہ لبسط البنان
کا
سبب تالیف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ اہل ہوا و ہوس کے شہرت حاصل کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کرنے کا ہمیشہ سے دستور چلا آتا ہے۔ ایسے لوگوں سے جب کچھ بن نہیں پڑتا تو اچھوں کو برا کہنا اپنا پیشہ کرلیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں ہمارا نام ہوگا۔ چنانچہ بریلی کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو مصداق اس شعر کے ہیں شعر

اگر دجال بروئے زمین است

ہمیں است وہمیں است وہمیں است

حضرات علماء دیوبند و دہلی کو کافر کہنا شروع کیا اور ان حضرات کو مخاطب کر کے مجادلہ کے اشتہارات چھاپے ان بزرگوں نے فضول سمجھ کر ان کی طرف التفات نہ کیا۔

بلکہ ایک دفعہ جب بریلی میں ایسے اشتہارات کے جواب لکھنے پر ان سے اصرار کیا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر پیچھا چھوڑایا کہ آپ جیسے اور ہم بارے۔ فی الواقع یہ نہایت عمدہ جواب تھا جو دیا جاسکتا تھا کیوں کہ بزرگوں کا قول ہے ع

جواب جاہلاں باشد خموشی

لیکن بعض حضرات کو یہ دھوکہ ہوا کہ وہ بزرگ حقیقت میں جواب سے عاجز ہیں۔ اس دھوکہ کے دور کرنے کے لئے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے خان صاحب کی اکثر کتابوں کا نہایت قابلیت سے جواب لکھا جس کا جواب الجواب آج تک خان صاحب اور ان کی ذریات سے نہ ہو سکا۔ البتہ شرم مٹانے کے لئے اتنا کہا گیا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جن کی بارجیت علمائے دیوبند و دہلی کی بارجیت ہوگی ہم سے مناظرہ کریں یا بہادری

تحریروں کا جواب دیں ، مولوی مرتضیٰ حسن صاحب ہمارے مخاطب نہیں۔

اگرچہ حق آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو چکا تھا اور ہرگز ہرگز ایسی واہی تباہی باتوں پر علماء حقانی کو توجہ کی ضرورت نہ تھی تاہم اتمام حجت کی غرض سے مولانا تھانوی رح تقریر و تحریر پر آمادہ ہوگئے۔ بلند شہر میں مناظرہ ٹھہرا ، مولانا تھانوی رح نے خان صاحب کے پاس اپنی دستخطی تحریر بھیج دی کہ میں آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں اگر آپ کو منظور ہو تو مطلع فرمائیے۔

دجال نے بجائے یہ لکھنے کے کہ میں بھی مناظرہ کے واسطے مستعد ہوں ، ایک بے سروپا خط مستی بہ ابحاث آخر دھر گھسیٹا چونکہ یہ خط مولانا کی تحریر کا جواب نہ تھا اس لئے اہل بلند شہر نے تھانہ بھون بھیجنے سے انکار کیا جیسا کہ اس کی مفصل کیفیت رسالہ " قاصمۃ الظہر فی بلند شہر " میں مرقوم ہے۔[1]

اس کے بعد مراد آباد میں مناظرہ ٹھہرا ، راقم الحروف اس زمانہ میں مراد آباد میں موجود تھا ، میاں خانصاحب نے یہ چالاکی کی کہ پولیس والوں سے کہہ دیا کہ اہل دیوبند فساد کرانے آئے ہیں ، اس وجہ سے پولیس نے یہ مناظرہ حکماً روک دیا۔ جب مولانا نے خان صاحب کی یہ کیفیت دیکھی تو یقین ہو گیا کہ وہ ہرگز مناظرہ نہ کریں گے ، اور محض اتمام حجت کے لئے یہ رسالہ بسط البنان تحریر فرمایا۔ (دیکھئے از خدام اکابر علماء دیوبند)۔[2]

---

[1] رسالہ " قاصمۃ الظہر فی بلند شہر " بحمد اللہ تعالیٰ " انجمن ارشاد المسلمین " نے شائع کر دیا ہے۔

[2] یہ مضمون ایک عرصہ دراز سے " بسط البنان " کے ساتھ شائع ہو رہا ہے لیکن چونکہ ہمیں مضمون نگار کے اسم گرامی کا علم نہیں ہو سکا اس لئے یہ عبارت لکھ دی گئی ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس کا علم ہو تو وہ براہ مہربانی ہمیں اس سے مطلع فرما دیں انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ایڈیشن میں مضمون نگار کا نام درج کر دیا جائے گا۔

بسط البنان

لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان

بِاسْمِهٖ تَعَالٰی حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا

بخدمت اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیوضکم العالیہ
بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب (بریلوی) یہ بیان کرتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ

"آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے کو اور ہر پاگل کو بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے"

اس لئے امور ذیل دریافت طلب ہیں۔

۱ ؛ آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے ؟
۲ ؛ اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے ؟
۳ ؛ یا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے ؟
۴ ؛ اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفاد عبارت ہے نہ آپ کا مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر ؟ —— بینوا توجروا۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ

الجواب

مشفق مکرم سلمہم اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم ۔ آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں ۔ میں نے ۔

خبیث[۱] مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

۲ ؛ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کروں گا۔

۳ ؛ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے۔

۴ ؛ جو شخص ایسا[۲] اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

عبارتِ حفظ الایمان کی توضیح

یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا اب آخر میں اس جواب کی تتمیم کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مزید توضیح کروں جس کی بنا پر یہ تہمت مجھ پر لگائی گئی ہے گو کہ وہ خود بھی بالکل واضح ہے ......

اول میں نے دعوئے کیا ہے کہ علمِ غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالےٰ کے ساتھ۔ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ اور اس دعوئے پر دو دلیلیں قائم کی ہیں۔ وہ عبارت دوسری دلیل کی ہے جو اس لفظ سے شروع ہوتی ہے۔ " پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر" مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا (یعنی) محض اس بنا پر کہ آپ کو علومِ غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں اگر آپ کو عالم الغیب کہنا صحیح ہو تو اس سے اگر کل علومِ غیر متناہیہ مراد ہوں تو وہ نقلاً وعقلاً محال ہے۔ اور اگر بعض علوم مراد ہوں گو وہ ایک ہی چیز کا علم ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید، عمرو وغیرہ کے لئے بھی حاصل ہے۔

---

[۱] غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے کو اور ہر پاگل کو بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے :

[۲] ملاحظہ ہو حاشیہ بالا نمبر ا۔

تو لفظ " ایسا " کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ الخ نعوذ باللہ منہا ۔ بلکہ مراد اس لفظ " ایسا " سے وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ یعنی مطلق بعض علم گو وہ ایک ہی چیز کا ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ درجہ ہی کی ہو۔ کیونکہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے، بعض سے مراد عام ہے اور عبارت آئندہ بھی اس کی دلیل ہے۔ وہو قولہ

" کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے "

پس اگر زید ہر مخفی ادنے چیز کے علم حاصل ہونے کو بھی عالم الغیب کے اطلاق کے صحیح ہونے کا سبب بتلاتا ہے تو زید کو چاہئے کہ ان سب کو عالم الغیب کہا کرے کیوں کہ ان کو بھی بعض مخفی چیزیں معلوم ہیں خود اس عبارت میں سرسری نظر کرنے سے یہ مطلب واضح ہو رہا ہے۔ پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے، انصاف شرط ہے جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نعوذ باللہ زید وعمرو وصبی ومجنون و حیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم کے بتلا دے گا۔ ؟ کیا زید وعمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں ؟ یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ عبارت مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مشابہ معاذ اللہ علم زید وعمرو کو نہیں کیا گیا۔ اور لفظ " ایسا " ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا بلغاء، اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ایسا قادر ہے مثلاً ۔ تو کیا یہاں خدا تعالےٰ کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا مقصود ہے ؟ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔

بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید، عمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک و مشابہ ہو جاویں گے ۔ حالانکہ آپ کی صفات خاصہ کما ینبغی میں کوئی آپ کا شریک ومشابہ نہیں ہے۔ اس لئے یہ شق باطل ہوئی۔

اور اگر بزعم معترض تشبیہ کے لئے بھی ہو تب بھی علم زید و عمرو وغیرہ کو علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ دیہ تشبیہ، مطلق بعض علوم سے ہے) جس کا اوپر ذکر ہے۔

بلکہ بفرض محال اگر علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی بلکہ صرف اتنے امر میں کہ جس طرح (بقول زید) مطلق بعض غیوب کا حصول آپ کے لئے علت ہو گیا اطلاق عالم الغیب کے لئے۔ (اسی طرح دوسروں کے لئے مطلق بعض غیوب کا حصول بھی علت بن جائے گا ان پر اطلاق عالم الغیب کے لئے) اگرچہ یہ دونوں بعض متغائر ہوں ایسی تشبیہ من بعض الوجوہ تو نص قطعی قرآن مجید میں موجود ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ (الکہف ۱۸ : ۱۱۰)	اے پیغمبر تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم۔
إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ۔ (النساء ۴ : ۱۰۴)	اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں جس طرح تم ہوتے ہو۔

اول میں مقبول کی ایک حالت کو غیر مقبول کی ایک حالت سے اور دوسرے میں غیر مقبول کی ایک حالت کو مقبول کی ایک حالت سے تشبیہ دی ہے۔ البتہ اگر کوئی صرف اس تشبیہ پر اکتفا کر کے وجوہ تفاوت و تفاضل و بیان نہ کرے تو بے شک قبیح ہے۔ لیکن جب اس کا بھی ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا قرآن مجید میں مِثْلُكُمْ کے بعد يُوحَىٰ إِلَيَّ ہے۔ اور تَأْلَمُونَ کے بعد وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ہے۔ اور جیسا کہ تقریر مذکور میں کہ کلام متلاصق و متناسق ہے آپ کا جامع علوم لازمہ نبوت ہونا مصرح ہے یا طرز بیان تفاوت پر دال ہو پھر کیا قباحت ہے اور جب کہ تشبیہ ہی نہ ہو تو شبہ کا کوئی موقع ہی نہیں۔

شق ثالث کے عدم ذکر کا جواب اور ایک شق یہاں اور محتمل تھی کہ آپ کو عالم الغیب تو کہیں مگر نہ تو بنا بر جمیع علوم غیر متناہیہ کے اور نہ بنا بر مطلق بعض علوم کے تا کہ اشتراک لازم آوے بلکہ بنا بر علوم وافرہ عظیمہ کے جو دوسروں کو حاصل نہیں۔ سو یہ شق یہاں

صراحۃً مذکور نہیں مگر اس کی طرف بھی مع جواب کے اس قول میں اشارہ کر دیا ہے کہ۔

؎ اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے ؎

یعنی اگر آپ کو عالم الغیب کہنے اور دوسروں کو عالم الغیب نہ کہنے کا التزام کیا جاوے مثلاً اسی کو اصطلاح قرار دیا جاوے کہ علوم کثیرہ شرلفیہ کے عالم کو عالم الغیب کہا جاوے اور علوم قلیلہ خسیسہ کے عالم کو عالم الغیب نہ کہا جاوے تو شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے۔ یعنی یہ ثابت کرنا چاہئے کہ عالم علوم شرلفیہ کثیرہ پر شریعت نے عالم الغیب کا اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے۔

پس جو شق مصرحاً موجود ہے جس میں وہ عبارت متنازع فیہا ہے اس میں بعض علوم سے مراد مطلق بعض ہے قطع نظر شرلفیہ وقلیلہ وکثیرہ سے۔ پس وہاں وہی شخص مخاطب ہے جو مطلق بعض علوم کے حصول کو سبب بناتا ہے عالم الغیب کے صحت اطلاق کا، اور ظاہر ہے کہ اس شخص پر وہ محذور قطعاً لازم ہے جو وہاں لازم کیا گیا ہے۔

اور جو شق اشارۃً مذکور ہے وہاں وہ شخص مخاطب ہوگا جو بعض خاص علوم کو سبب بنا دے عالم الغیب کی صحت اطلاق کا اور اس شق مذکور اشارۃً پر خود وہ محذور ہی نہیں لازم کیا جو کہ شق مصرح پر ہے تاکہ اس بحث کی گنجائش ہو کر علوم شرلفیہ کثیرہ کی بنا پر اطلاق کرنا عالم الغیب کا مستلزم نہیں علوم خسیسہ کے بنا پر عالم الغیب کے اطلاق کرنے کو بلکہ اس شق مذکور اشارۃً پر محذور ہی دوسرا ہے جو ابھی بیان ہوا کہ شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے خوب سمجھ لیا جاوے۔

اور جاننا چاہئے کہ مجیب ہونے کی حیثیت سے ہمارے ذمہ اتنا بھی نہ تھا جتنا بیان کیا گیا، صرف بعض مناشی اشتباہات کے رفع کرنے کی غرض سے یہ زیادت گوارا کی گئی۔ باقی اس سے زیادہ تو کسی درجہ میں بھی ہمارے ذمہ نہیں ہے مگر ہم تبرعاً تین امر اس کے متعلق اور بیان کئے دیتے ہیں۔

امر اوّل اصل مسئلہ کی دلیل سمعی قطع نظر اس سے کہ آپ کو عالم الغیب کہنا جائز ہے کہ نہیں جس کی بحث اوپر مذکور ہوئی۔ کیوں کہ سوال میں مقصود اصل مسئلہ کی تحقیق نہیں ہے بلکہ علم الغیب کے اطلاق کو پوچھا ہے اسی کا جواب دیا گیا ہے۔ اب اصل مسئلہ لکھتا ہوں۔

۱ : قرآن مجید میں ہے کہ آپ فرما دیجئے

وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ ۔ (الاعراف ۷ : ۱۸۸)

اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا ۔ اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کا علم مستلزم ہے دوام عافیت و عدم مس ضرر کو اور ظاہر ہے کہ عین وقت وفات تک مس ضرر ضرور ہوا ۔ چنانچہ خود مرض بھی اس کا ایک فرد ہے پس عدم آخر عمر تک مرتفع رہا تو علم جمیع غیوب مذکورہ کا آخر عمر تک بھی منتفی ہوا ۔

اعتراض — اگر کہا جائے کہ یہ منتفی علم بالذات ہے ؟ تو اس کا

جواب — جواب یہ ہے کہ جو تالی اس مقدمہ پر مرتب کی گئی ہے ، وہ دلیل ہے مقدم کے عام ہونے کی کیوں کہ استکثار خیر و عدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے نہ کہ علم بالذات کے لوازم سے ، یہ حکم بالکل بداہت عقل کے خلاف ہے کہ اگر آئندہ کا واقعہ خود منکشف ہو تب تو مس سوء نہ ہو اور جو خدا تعالیٰ کے بتلانے سے منکشف ہو تو مس سوء ہو ۔

۲ : اور حدیث شریف میں ہے کہ بعض امتیوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا ۔

انک لا تدری ما احدثوا بعدک ۔ (مشکوۃ ص ۴۸۸ باب الحوض والشفاعۃ فصل اول)

بیشک آپ نہیں جانتے جو آپ کے بعد ان لوگوں نے (دین میں) نئی باتیں پیدا کر دیں ۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر ہے ، آپ پر بعض کو نیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء کیوں کہ ، اگر عطائی طور پر آپ کو علم حاصل ہوتا تو پھر ، بالعطاء ، حاصل ہونے کے بعد آپ ان کو نہ بلاتے ۔ (چنانچہ) صریح (طور پر) ، اس اطلاع کے (حاصل ہو جانے کے) بعد (آپ نے) سحقاً سحقاً (دور ہو ، دور ہو) فرمادیا ۔ گو ایسے دلائل بہت ہیں مگر ہم دو شاہد پر اکتفا کرتے ہیں ۔

پس آیت و حدیث دونوں سے معلوم ہوا کہ آخر عمر تک بھی بعض کونیات آپ پر مخفی رہیں جن کا تعلق منصب نبوت سے نہ تھا، پس ہمارا دعویٰ ثابت ہوگیا۔ اور مخالف کا دعویٰ کہ آپ کو آخر عمر میں واقعات الی یوم الآخرت میں سے کسی قسم کا علم مخفی نہ رہا تھا۔ منتفی ہوگیا۔

رہا یہ کہ اس کا اعتقاد و بطلان کے کس درجہ میں ہے سو مقام اس کی تفصیل کا محتمل نہیں۔ مجمل یہ ہے کہ اس اعتقاد کی صورتیں مختلف ہیں۔ بعض درجۂ بدعت و معصیت میں ہیں، جن میں انکار قطعی کا نہیں ہے اور بعض درجۂ کفر میں ہیں جن میں انکار قطعی کا ہے۔

امر ثانی بعض اکابر ملت مسلمہ علمائے امت کے کلام سے اپنی عبارت کے مشابہ عبارتیں نقل کرتا ہوں کہ نظیر میں خاصہ ہے دفع استبعاد کا۔

شرح مواقف کے موقف سادس کی مرصد اول کے مقصد اوّل میں فلاسفہ کے جواب میں ہے۔

ے پوشیدہ نہ رہے کہ اس مقام پر یہ شبہ عائد ہوتا ہے کہ بعض آیات واحادیث اقوال بزرگان دین سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان ومایکون کا علم تھا چنانچہ راقم نے مولانا کو یہ شبہ ایک عریضہ میں تحریر کرکے جواب چاہا جس کا مولانا نے حسب ذیل **جواب** دیا۔

عنایت فرمائے بندہ مولوی مقصود حسن صاحب ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اس کا جواب خود حفظ الایمان میں کافی طور پر موجود ہے، جو آپ جیسے فہیم کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے اس عبارت کو پشت پر نقل کئے دیتا ہوں۔

نقل عبارت حفظ الایمان (از) " اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو .... (تا) پس ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں۔"

اس پر اتنا اضافہ اور معلوم ہوتا ہے کہ جواب مذکور کی ضرورت ان عبارات میں ہے جو قواعد شرعیہ سے حجت ہیں اور جو عبارات کہ حجت نہیں، وہ نصوص نافیۂ علم محیط کے ساتھ خود معارض نہیں کہ شرائط تعارض سے تساوی فی الثبوت ہے۔

پس جواب میں اتنا کافی ہے کہ راجح کے سامنے مرجوح ساقط، متروک ہے اور ادب یہ ہے کہ مرجوح میں تاویل

(بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

قلنا ما ذکرتم مردود بوجوہ
۱. الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب
للنبی اتفاقاً منا ومنکم ولھذا قال
سید الانبیاء ولو کنت اعلم الغیب
لاستکثرت من الخیر وما مسنی
السوء والبعض ای الاطلاع علی
البعض لا یختص بہ ای بالنبی۔

اور جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے اس لئے
کہ تمہاری مراد اس " اطلاع علی المغیبات " سے کیا
ہے، کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا البعض پر،
کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک بھی ضروری
نہیں، نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک اور اسی
وجہ سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو میں نے خیر سے بہت سا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مناسب کی جائے، سو اس کی ذمہ داری میں سب برابر ہیں صرف ہمارے ہی ذمہ نہیں۔
محمد اشرف علی از تھانہ بھون۔ منہ

لہ اور اس عبارت سے بھی اصرح اور اشبہ مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت
ذیل جو ص ۱۸۱ طبع استنبول۔ ج ۵ ص ۱۵ طبع مصر میں ہے۔

فذھب الحکماء الی ان النبی من
کان مختصا بثلث . الاولی ان یکون
مطلعا علی الغیب بصفاء جوھر نفسہ و
شدۃ اتصالہ بالمبادی العالیۃ من غیر
سابقۃ کسب وتعلیم وتعلم۔
الی قولہ
وقد اوردوا علی ھذا
بانھم ان ارادوا بالاطلاع الاطلاع علی
جمیع الغائبات فلیس بشرط فی کون

پس حکماء گئے ہیں اس بات کی طرف کہ نبی وہ ہوتا ہے جو
تین خصوصیات کا حامل ہو۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ
اپنے جوہر نفس کی صفائی اور مبادی عالیہ کے ساتھ شدت
اتصال کے باعث غیب پر مطلع ہو، سابقہ کسب اور تعلیم
و تعلم کے بغیر۔

اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ غیب پر مطلع ہونے
سے اگر ان کی مراد تمام مغیبات پر اطلاع ہے تو یہ کسی
شخص کے نبی ہونے کے لئے بالاتفاق ضروری نہیں۔

جمع کر لیا ہوتا اور مجھ کو برائی نہ چھوتی اور بعض مغیبات
پر مطلع ہو جانا نبی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی یہ غیر نبی
میں بھی پایا جاتا ہے)۔

انصاف درکار ہے کیا " لایخفی " کا وہی مفہوم نہیں جو عبارت حفظ الایمان کا ہے۔

امر ثالث میں نے سنا ہے کہ میری دلیل کے مقدمات پر نقض کیا گیا ہے کہ اس بنا پر چاہئے کہ آپ صلی
اللہ علیہ وسلم، کو عالم بھی نہ کہیں کیونکہ یہ مقدمات اس میں بھی جاری ہیں۔ مگر مجھ کو حیرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)۔

الشخص نبیا بالاتفاق۔

وان ارادوا به الاطلاع علی بعضها
فلا یکون ذالك خاصة للنبی اذ ما من احد
الا و یجوز ان یطلع علی بعض الغائبات من
دون سابقیة تعلیم وتعلم۔
وایضا النفوس البشریة کلها
متحدة بالنوع فلا یختلف حقیقتها
بالصفاء والکدر۔
فما جاز لبعض جاز ان یکون
لبعض اخر فلا یکون الاطلاع خاصة
للنبی۔ ۱۲

اور اگر ان کی مراد بعض مغیبات پر اطلاع ہے تو
یہ نبی کی خصوصیت نہیں ہے، کیونکہ بعض مغیبات پر
مطلع ہونا بغیر سابقہ تعلیم و تعلم کے ہر شخص کے لئے
ممکن ہے۔
اور نیز تمام نفوس بشریہ نوعاً متحد ہیں۔ لہذا
ان کی حقیقت صفائی اور کدورت میں مختلف نہیں ہو
گی۔ لہذا جو کسی ایک فرد کے لئے ممکن ہے وہ دوسرے
افراد کے لئے بھی ممکن ہو گا۔ اس لئے بعض مغیبات پر
اطلاع نبی کی خصوصیت نہیں ہو گی۔

ہے کہ اتنا صریح فرق معترض کے خیال میں نہ آیا۔ یہ نقض اسوقت واقع ہوتا ہے جب کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عالم مطلق بعض علوم کی بنا پر کہا جاتا ہو۔ آپ کو تو عالم خاص علوم عظیمہ مختصہ کی بنا پر کہا جاتا ہے اور اس میں یہ مقدمات جاری نہیں ہوتے۔ اور اگر یہی جواب عالم الغیب کے اطلاق کا دیا جائے تو اس جواب کا بطلان اوپر شق مذکور اشارۃً میں گزرچکا ہے کہ یہ اطلاق عالم کا شرع میں وارد ہے اور عالم الغیب کا اس بنا پر اطلاق وارد نہیں فافترقا۔

دوسرے اگر اس جواب سے بھی قطع نظر کی جائے تب بھی غایت مافی الباب ایک علمی سوال رہے گا جس کا اہل علم سے کچھ تعجب نہیں اہل علم کی یہ سنت مستمرہ ہے کہ علمی گفتگو کی جائے، افسوس تو جاہلانہ و سوقیانہ سب وشتم اور رمی بالکفر اور کھینچ تان کر بہتان باندھنے کا ہے اور مقصود اس مقام پر اسی کا دفع کرنا ہے جو بحمد اللہ بوجہ احسن حاصل ہوگیا۔ اور اس پر بھی زبان اور قلم کو روکنا پسند نہ ہوگا تو میں اس کا انتقام خدا کے سپرد کرکے وہی کہوں گا جو حق تعالیٰ نے ایسی جاہلانہ و معاندانہ جدال پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے کا حکم فرمایا ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

وَاِنْ جَادَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔	اور اگر تجھ سے جھگڑنے لگیں تو تو کہہ اللہ بہتر جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اللہ فیصلہ کرے گا تم میں قیامت کے دن جس چیز میں تمہاری راہ جدا جدا تھی۔

(الحج ۲۲: ۶۸ و ۶۹)

اور یہ کہوں گا۔ ؎

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

اس لئے اب تک میں نے ایسی لغویات کے جواب کی طرف التفات نہیں کیا کیونکہ تجربہ سے اس پر کوئی

معتد بہ نفع مرتب نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اضاعت وقت سمجھتا ہوں۔ اب جو آپ نے طریقہ کے موافق پوچھا میں نے اپنے معلومات ظاہر کر دیئے۔ اس سے یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ اب تک کیوں نہیں لکھا شاید اب رجوع کر لیا ہو، سو وجہ نہ لکھنے کی یہی تھی کہ کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہ تھا۔ باقی رجوع تو وہ ہے کہ پہلے قول اور عقیدہ کچھ ہو اور اب اس کو ترک کر کے دوسرا عقیدہ اور قول اختیار کیا ہو۔

بفضلہ تعالےٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اب میں اس تحریر کو ختم کرتا ہوں اور لقب

" بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان "

سے ملقب کرتا ہوں۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ ؛

اشرف علی

ماہ شعبان ۱۳۲۹ ھ

آوازۂ غیب

شورش مجھے بطحا سے ملا ہے یہ اشارا — ڈوبے گا بریلی کے خداؤں کا ستارا

بدعت کے در و بام ہلاتے چلے جاؤ — اللہ نے پامردیٔ مومن کو پکارا

بے روک ہیں اِن فتویٰ فروشوں کی زبانیں — اسلاف کی توہین پہ کرتے ہیں گذارا

قرآن کے احکام سے رکھتے نہیں رغبت — توحید کے اذکار سے کرتے ہیں کنارا

میلاد کی محفل ہو تو ناغہ نہیں کرتے — ملتا ہے مریدوں سے تن و توش کا چارا

رندانِ سیہ مست کو حجروں میں بلا کر — دیتے ہیں مریدانِ تہی دست کو "لارا"

ہر کوچہ و بازار میں کہرام مچا ہے — ان زہد فروشوں نے مسلمان کو مارا

اُمت کے اکابر پہ سب و شتم کی بوچھاڑ — کرتی نہیں اللہ کی غیرت یہ گوارا

پہنچا ہے مجھے حجتہ اسلام کا فرمان — جس نے مرے ایمان کے چہرے کو نکھارا

دل سے مرے ہر خدشۂ فانی کو نکالا — جرأت کو مری عشقِ پیمبر نے سنوارا

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق — نے خوفِ سکندر ہے نہ اندیشۂ دارا

میرے لئے یثرب کی فضا کافی و شافی — تعویذ فروشوں کو بریلی کا سہارا

تکفیر کی بدبو سے مساجد میں تعفن — سنڈاس ہے واعظ کے خرافات کا دھارا

گنگوہی کے دامن پہ ہیں الحاد کے چھینٹے؟ — نانوتوی کافر ہے؟ یہ سوچو تو خدارا

اسلام کے باغی ہیں، دیوبند کے بیٹے — کس نے تمہیں اس فتویٰ تراشی پہ ابھارا

تم اور مرے قتل کی تدبیر بہت خوب — "آوازِ سگاں کم نہ کند رزق گدارا"

پھر یہ نہ شکایت ہو کہ گستاخ ہے شورش — جب مَیں نے قباؤں کو اُدھیڑا کہ اُتارا

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

تغییرُ العنوان

فی

بعضِ عباراتِ حفظِ الایمان

مصنفہ

حکیم الامۃ مجددِ الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۶- بی ، شاداب کالونی ؛ حمید نظامی روڈ، لاہور

تغییر العنوان

فی بعض عبارات حفظ الایمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واقعہ تمہیدیہ

۱۷ صفر ۴۲ ۱۳ ھ کو ایک خط حیدر آباد دکن سے جس کے کاتب کا عنوان " از عامہ مخلصین حیدر آباد دکن " تھا۔ اور ذریعہ جواب منگانے کا ایک معین مولوی صاحب تھے، آیا۔

اس میں حفظ الایمان کی ایک مشہور عبارت کے متعلق (جس پر مہربانوں کا اعتراض مشہور ہے) رائے دی تھی کہ اس کی ترمیم کردی جائے اور مقتضیات ترمیم کا اجتماع اور موانع ترمیم کا ارتفاع ان جملوں میں ظاہر کیا تھا۔

۱ : ایسی عبارت جس میں علوم غیبیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم مجانین وبہائم سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں سخت سوء ادبی کو مشعر ہے، کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کرلیا جائے۔

۲ : جس میں مخلصین حامیین جناب والا کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دشواری ہوتی ہے۔

۳ : وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں کہ جس کی مصدرہ صورت اور ہیئت عبارت کا بحالہ یا بالفاظہ باقی رکھنا ضروری ہو۔

۴ : یہ سب جانتے ہیں کہ جناب والا کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں اور نہ کسی سے کوئی طمع جاہ و مال جناب کو مطلوب ہے۔ بجز اس کے کہ عام طور پر جناب کی کمال بے نفسی کا اعتراف ہو۔ اور حکیم الامت کی شان سے جو توقع تھی وہ پوری ہوسکے گی۔

اوراس مشورہ کے ساتھ ہی یہ سوال بھی تھے کہ ۔

۱ : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ جزئیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم زید وعمرو وغیرہ کے مماثل ہیں یا نہیں ؟

۲ : اور جو شخص اس مماثلت کا قائل ہو اس کا کیا حکم ہے ؟

۳ : اور علوم غیبیہ جزئیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کمالات نبوت میں داخل ہیں یا نہیں ؟ انتہی المکتوب ملخصاً ۔

چونکہ یہ مشورہ اور سوال سب کا مبنیٰ تھا دلالت علی المماثلت ۔ اور وہ خود منتفی ہے ۔ اس لئے اس خط کے جواب میں مشورۂ نیک پر شکر گزاری کے ساتھ اس دلالت کی تقریر دریافت کی گئی کہ اس کے بعد جواب کا استحقاق ہو سکتا ہے ۔

بعض دینی خیر خواہوں کی درخواست

اس خط کو دیکھ کر چونکہ مشورہ نیک تھا گو بنا ضعیف تھی یہاں بعض دینی خیر خواہوں اور اسلامی مصلحت اندیشوں نے سوال کو بدل کر پیش کیا ۔ چونکہ اس میں جو بنا بیان کی گئی واقعی تھی اس لئے جواب میں اس مشورہ کو قبول کر لیا گیا بوجہ نافع عام ہونے کے ، وہ سوال وجواب ذیل میں منقول ہے ۔

سوال

حفظ الایمان کے " سوال سوم " کے جواب میں ایک شق میں یہ عبارت ہے کہ " آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے " :

اس عبارت پر بعض حضرات شبہہ کرتے ہیں کہ اس میں نعوذ باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مماثل اور مشابہ ٹھہرا دیا علوم مجانین وبہائم کے ، اور یہ استخفاف ہے اور استخفاف کفر ہے ۔ اور اس

شبہ کا جو جواب رسالہ بسط البنان میں لکھا گیا ہے، وہ بالکل کافی وافی جامع مانع اور اساس شبہ کا بالکلیہ قاطع ہے۔ جس کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معترضین کے شبہہ کا منشاء دو امر کا مجموعہ ہے۔

ایک یہ کہ عبارت " ایسا علم " میں "ایسا" کو تشبیہ کے لئے سمجھ گئے اور علم سے مراد علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے حالانکہ یہ منشا ہی غلط ہے۔ لفظ ایسا بقرینہ مقام مطلق بیان کے لئے آتا ہے جیسا بلغاء اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالے ایسا قادر ہے۔ ظاہر ہے یہاں کوئی تشبیہ دینا مقصود نہیں۔

اسی طرح علم سے مراد علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں جو اس شق کے شروع ہی میں لفظ اگر کے بعد مذکور ہے۔ یعنی یہ شق جو ایک قضیہ شرطیہ ہے اسی کے مقدم کا وہ موضوع ہے۔ یہ خلاصہ ہے بسط البنان کے اصل جواب کا۔

بقیہ میں دوسرے احتمالات کا بھی قلع قمع کر دیا ہے جس کے بعد کسی شبہ کی خصوص شبہ مماثلت کی اصلاً گنجائش نہیں رہی اور مطلوب واضح ہو گیا کہ اگر مطلق بعض علوم کا حصول علت ہو اطلاق عالم الغیب کے صحیح ہونے کی تو جب علت مشترک ہے دوسرے مخلوقات میں بھی، تو لازم آتا ہے کہ دوسری مخلوقات کو بھی عالم الغیب کہیں، اور لازم باطل ہے پس ملزوم بھی باطل ہے اور اسی سے حیدرآباد کے تینوں سوال کا جواب بھی حاصل ہو گیا۔ اوّل اور ثانی کا تو ظاہر ہے اور ثالث کا اس طرح کہ یہاں اس میں کلام ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ جزئیہ کمالات نبوت میں داخل ہیں اس کا انکار کون کرتا ہے، نہ اس عبارت میں انکار ہے نعوذ باللہ۔ یہاں تو صرف اس میں کلام ہے کہ آیا علوم جزئیہ کا حصول اطلاق عالم الغیب کے لئے مصحح ہے یا نہیں؟ چنانچہ خود رسالہ حفظ الایمان ہی میں اس کی تصریح ہے کہ

" نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو تماماً حاصل ہو گئے تھے "۔

جس سے بسط البنان میں بھی تعرض کیا گیا ہے۔ غرض ان تصریحات و تنقیحات کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ نہ کسی خلاف مقصود یا نعوذ باللہ سوء ادب کا اصلاً ایہام رہا۔ پس اس بنا پر واقعی ترمیم عبارت کی مطلق ضرورت نہیں۔

ترمیم عبارت کی حقیقی وجہ لیکن اسلامی دنیا میں چونکہ ہر فہم کے لوگ ہیں یا کم از کم قصداً شبہ ڈالنے والے بھی موجود ہیں جو شبہ ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھے ہوئے ہیں خواہ مصالح دینیہ ہوں جیسا ان کا دعویٰ ہے، یا دنیویہ ہوں جیسا واقع ہے۔ اس لئے کم فہموں کی رعایت سے تاکہ نہ ان کو خود شبہ ہو نہ دوسرا کوئی شبہ ڈال سکے، اگر اس عبارت میں ایسے طور سے ترمیم کر دی جائے جس میں مضمون محفوظ رہے اور عنوان بدل جاوے تو امید ہے کہ موجب اجر ہوگا گو یہ ترمیم درجۂ ضرورت میں نہ ہوگی صرف درجۂ استحسان ہی میں ہوگی۔ آئندہ جو رائے ہو۔ فقط۔

از خانقاہ امدادیہ ۱۸ صفر المظفر ۱۳۴۲ھ وقت الاشراق۔

جواب

جزاکم اللہ تعالیٰ بہت اچھی رائے ہے۔ چونکہ اس کے قبل کسی نے واقعی بناء نہیں ظاہر کی اس لئے ترمیم کو دلالت علی خلاف للمقصود کے اقرار کے لئے مستلزم سمجھا اور اقرار بالکفر کفر ہے۔ اس لئے ترمیم کو ضروری تو کیا جائز بھی نہیں سمجھا۔ اب سوال ہذا میں جو بناء بیان کی گئی ہے ایک امر واقعی ہے۔

لہٰذا قبولاً للمشورۃ اس کو لفظ "اگر" کے بعد سے "عالم الغیب کہا جاوے" تک اس طرح بدلتا ہوں۔

اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو جو کہ اسی سوال کے بالکل شروع میں مذکور ہے اس طرح پڑھا جاوے۔

" اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔" الخ

اور ایسی عبارت بعینہا شرح مواقف کے موقف سادس کے مرصد اول کے مقصد اول میں فلاسفہ کے جواب میں ہے۔

والبعض ای الاطلاع علی البعض — بعض مغیبات پر اطلاع نبی کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

لا یختص بہ ای بالنبی۔

اور اسی کی مثل مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی رحمہ اللہ میں ہے۔

وان ارادوا بہ الاطلاع علی بعضھا فلا یکون ذالک خاصۃ للنبی اذ ما من احد الا و یجوز ان یطلع علی بعض الغائبات ؎	اور اگر اس سے ان کی مراد بعض مغیبات پر اطلاع ہے تو یہ نبی کا خاصہ نہیں ہے کیونکہ بعض مغیبات پر مطلع ہونا ہر شخص کے لئے ممکن ہے ؎

یہ دونوں عبارتیں بسط البنان اور اس کے منہیہ میں مذکور ہیں۔ اب اگر اس پر بھی کلام ہو تو میں پھر بدلنے کو تیار ہوں۔ مگر شرح مواقف و مطالع الانظار کی عبارت بدلنے کے بعد۔ واللہ الموفق۔

اشرف علی

۱۸ صفر المظفر ۱۳۴۲ھ وقت الضحیٰ، فقط

تمت بالخیر

ذُرِّیتِ شیطان کے کارنامے

از جناب رہبر اعظمی مبارکپوری

شرک و بدعت میں رموزِ عیش پنہاں دیکھ کر
رکھ دیا سر قبر پر راحت کا ساماں دیکھ کر

عرس کی رنگینیاں اور حُسن کی تابانیاں
رنگ لاتی ہیں نگاہِ لطفِ جاناں دیکھ کر

عالمِ صبر و سکوں میں حشر ہوتا ہے بپا
سجدہ گاہِ قبر پر زلفِ پریشاں دیکھ کر

اضطرابِ آگین نگاہِ شوق کی بے تابیاں
ڈھونڈتی ہیں لطفِ خلوت بزمِ امکاں دیکھ کر

وجدِ مصنوعی فریب آمیز آتا ہے انہیں
طبلہ و زنبور پر دستِ غزل خواں دیکھ کر

اک شکم کے واسطے اتنے مکائد ! الاماں
میں تڑپ اٹھتا ہوں ان پیروں کے ارماں دیکھ کر

کیوں نہ کہدوں قبر میں بھی "پیٹ" ہی کی فکر ہے
ہاں ! وصیت نامۂ احمد رضا خاں دیکھ کر

ان سیہ بختوں کی بدبختی کا منظر دیکھنا
کفر کے فتوے لگاتے ہیں مُسلماں دیکھ کر

پردۂ ظلمت پڑا ہے چشمِ باطل کوش پر
خیرہ ہو جاتی ہیں آنکھیں نورِ ایماں دیکھ کر

دیکھنا وہ بزمِ باطل میں قیامت آگئی
نظمِ رہبر دیکھ کر، تنویرِ فرقاں دیکھ کر

بشکریہ "الفرقان" بریلی ۵ جمادی الاولےٰ ۱۳۵۴ھ

مقدمۂ کتاب کے مآخذ

۱ : ادخال السنان الی حنک الحلقی لبسط البنان : مولوی ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد معروف مولوی محمد مصطفیٰ رضا خان، قادری برکاتی نوری ؛ مطبع اہلسنت وجماعت بریلی : ۱۳۳۱ھ

۲ : الاستعانۃ من اولیاء اللہ عین الاستعانۃ من اللہ : ابو محمد دیدار علی الوری خطیب مسجد وزیر خان لاہور۔

۳ : اسکات المعتدی : رئیس المناظرین مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری ؒ ، ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور، در مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اوّل : ۱۳۹۸ھ۔

۴ : الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلا : مولوی احمد رضا خان بریلوی : نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور

۵ : انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ : " " " " " " "

۶ : بریلوی فتنہ کا نیا روپ : مولانا محمد عارف سنبھلی ندوی : ناشر کتب خانہ "الفرقان" لکھنؤ۔ مطبوعہ اسرار کریمی پریس الٰہ آباد۔

۷ : ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان : علامہ ابوالرضا محمد عطاء اللہ قاسمی بہاری : ناشر : انجمن ارشاد المسلمین لاہور مع الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب : ۱۳۹۹ھ

۸ : توضیح البیان فی حفظ الایمان : رئیس المناظرین مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری ؒ : ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور : در مجموعہ رسائل چاندپوری : ۱۳۹۸ھ۔

۹ : حفظ الایمان مع بسط البنان وتغییر العنوان : حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی ؒ : اشرف المطابع تھانہ بھون انڈیا

۱۰ : " " " " " " : مکتبہ نعمانیہ دیوبند : یوپی۔ انڈیا

۱۱ : " " " " " " : مکتبہ تھانوی دفتر الابقاء، متصل مسافر خانہ، بندر روڈ کراچی ۱۔

۱۲ : الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ : مولوی احمد رضا خان بریلوی : نوری کتب خانہ : بازار داتا صاحب لاہور

۱۳ : الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب : شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ : ناشر انجمن

ارشاد المسلمین لاہور ۔

۱۴ : صاعقہ آسمانی حصہ اوّل : روداد مباحثہ درؤ ضلع نینی تال ، مابین مولانا محمد منظور صاحب نعمانی و مولوی رحم الٰہی صاحب صدر مدرس "منظر اسلام" بریلی ، مرتبہ مولانا نجم الحسن صاحب طبع دوم جید برقی پریس دہلی ۱۳۵۱ھ

۱۵ : عبارات اکابر حصہ اوّل : حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر : ناشر ادارہ نشر و اشاعت نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ۔

۱۶ : فتاویٰ رضویہ جلد دوم : مولوی احمد رضا خان بریلوی : ناشر سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ ، ڈجکوٹ روڈ لائل پور ۔

۱۷ : فتاویٰ رضویہ جلد چہارم : " " " " " "

۱۸ : فتح بریلی کا دل کش نظارہ : روداد مناظرہ بریلی مابین مولانا محمد منظور صاحب نعمانی و مولوی سردار احمد صاحب گورداسپوری ، مرتبہ مولوی رفاقت حسین ، مطبوعہ لائل پور ۔

۱۹ : فیصلہ کن مناظرہ : مولانا محمد منظور صاحب نعمانی : ناشر مکتبہ مدنیہ باغبانپورہ جدید گوجرانوالہ ، مطبوعہ معارف پریس لاہور ۔

۲۰ : قاصمۃ الظہر فی بلند شہر : جناب عبد الغنی صاحب خورجوی : ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور ، مطبوعہ کاسموپرنٹنگ پریس لاہور ۔

۲۱ : قہر واجد دیان بر ہشیر لبسط البنان : عبید الرضا حشمت علی خان : مطبع اہلسنت پریس پیلی بھیت ۱۳۴۶ھ

۲۲ : مبلغ وہابیہ کا گریز : روداد مناظرہ موراواں ضلع اوناؤ : مابین مولانا نور محمد صاحب ٹانڈوی و عبید الرضا محمد حشمت علی خان ، مرتبہ شیخ محمد سالم ، مطبع سلطانی بمبئی سنہ ۱۳۵۹ھ

۲۳ : مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اوّل : رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رح : ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور ۱۳۹۸ھ

۲۴ : ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم : مرتبہ محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب : ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۔

۲۵ : نصرت آسمانی بر فرقہ رضا خانی : روداد مناظرہ "مونگیر" مابین مولانا عبد الشکور لکھنوی و مولوی فاخر صاحب

الہ آبادی وغیرہ ، مرتبہ محمد زبیر و عبدالوحید مبارکپوری ، عمدۃ المطابع لکھنؤ۔

۲۶ : وصایا شریف : مرتب مولوی حسنین رضا خان ، مطبع حسنی بریلی۔

۲۷ : وقعات السنان الی حلق المسماۃ لبسط البنان ، مولوی محمد مصطفیٰ رضا خان ، مطبع اہلسنت و جماعت بریلی ۱۳۳۰ھ

۲۸ : ماہنامہ " الفرقان " بریلی ؛ رجب ۱۳۵۸ھ

۲۹ : روزنامہ " رہبر " بہاولپور ، ۱۶ اگست ۱۹۶۳ء

○

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو　　نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو

بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو　　بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے

کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے ؟

علامہ اقبال مرحوم

(بانگ درا ص ۲۳۳)

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی احسن

لما کان من طرق الدعاء الی سبیل الرب الثلاثۃ المذکورۃ
فی الآیۃ ہذہ الرسائل الثلث اعنی بہا

حفظ الایمان

عن الزیغ والطغیان

و

بسط البنان

لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان

و

تغییر العنوان

فی بعض عبارات حفظ الایمان
التی الفہا تنناسقا حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم للاولی للاول
والثانیۃ للثالث والثالثۃ للثانی وکلہن تشہد بدعائہ الیہا۔

اہتم بہ شبیر علی وطبعہا فی اشرف المطابع فی تھانہ بھون

حفظ الایمان طبع تھانہ بھون کے ٹائیٹل کا عکس

ہماری چند اہم مطبوعات